بسم اللہ الرحمن الرحیم

(ماہنامۂ اُردو)

ریویو آف ریلیجنز قادیان

Digitized by Khilafat Library

(جس میں)

دُنیا کے مذاہب پر نظر

مرتبہ

علی محمد اجمیری

بابت ماہ صفر سنہ ۱۳۵۹ھ مطابق یکم اپریل سنہ ۱۹۴۰ء

ماہِ شہادت سنہ ۱۳۱۹ ہش

جلد ۳۹ عدد ۴

Digitized by Khilafat Library

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیّت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے اگر ۱۵ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جاویگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرُون ہند تین روپے۔ اور بیرون ہند چار روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلّہ ہونیکے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے، اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے، نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

ج ۳۹ / ۴	۲۲ صفر المظفر ۱۳۵۹ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۴۰ء	ع ۴

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

اداریہ	ص۲	ایڈیٹر
جمہوریت، ڈکٹیٹرشپ اور اسلامی نظامِ حکومت	ص۱۰	جناب چودھری عبد المجید صاحب بی۔اے آنرز
مسلمانوں میں مسیحیوں کی تبلیغی جدوجہد	ص۲۰	جناب چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ بی۔اے۔ایل ایل بی
میری تبدیلیٔ مذہب	ص۲۸	جناب پروفیسر عبداللہ بن سلام سابق رودر دیو شاستری
مسلمان اور علمِ جغرافیہ	ص۳۵	ابن عمر
گورو تیغ بہادر صاحب کا قتل	ص۴۰	جناب گیانی واحد حسین صاحب۔

اداریہ:-

حضرت مولٰنا غلام حسن خانصاحب کی بیعتِ خلافت | ۱۹۱۴ء میں حضرت مولٰنا نورالدین خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی وفات کے بعد جب مسئلۂ خلافت پر جماعت احمدیّہ میں اختلاف ہُوا، اور جماعت کے دو گروہ ہو گئے، تو خان بہادر حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوری نے جو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کے قدیم صحابہ میں سے ہیں، اس گروہ کا ساتھ دیا تھا، جس نے جناب مولوی محمد علی صاحب کی امارت میں لاہور کو اپنا صدر مقام بنایا، اور آپ ایک لمبے عرصہ تک اسی گروہ میں شامل رہے۔

اختلاف اپنی ذات میں کوئی بُری چیز نہیں ہے، بشرطیکہ نیت نیک ہو، اور ضدّ و تعصّب کو اس میں دخل نہ ہو، خود صحابۂ کرامؓ اور بڑے بڑے ائمّہ میں اختلاف ہوئے ہیں، اور تاریخ اسلام میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں، کہ ایک بزرگ نے دوسرے سے اجتہاد میں اختلاف کیا، مگر پھر راہِ حق واضح ہو جانے کے بعد بغیر کسی قسم کی ہچکچاہٹ کے اپنی رائے سے رجوع اختیار کر لیا، اور اپنے اجتہاد کی غلطی کا علی الاعلان اظہار کر دیا، جو اُن بزرگوں کی حق پرستی اور بے نفسی کا ثبوت ہوتا تھا۔

Digitized by Khilafat Library

حضرت مولوی صاحب موصوف کی نیّت بھی چونکہ نیک تھی، یعنی اختلاف میں آپ کا لاہوری گروہ کا ساتھ دینا نیک نیّتی پر مبنی تھا، اور اس میں ہٹ دھرمی کو دخل نہ تھا، اس لئے خدا تعالےٰ نے آپ کو توفیق دی، کہ آپ نے پورے پچیس سال تک مرکزِ سلسلہ سے علیحدگی کے بعد بالآخر پھر مرکز سے وابستگی اختیار فرمائی، اور گذشتہ جلسہ سالانہ پر پشاور سے دارالامان تشریف لا کر، اور یہاں خلافتِ ثانیہ کی تائید میں خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت اور نصرت و تائیدِ ایزدی کے نشانات بچشمِ خود مشاہدہ کر کے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہُ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی،

اور حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے سوادِ اعظم میں شامل ہو گئے۔

حضرت مولوی صاحب اختلاف سے قبل صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں میں سے تھے، اور لاہوری گروہ کی طرف سے آجتک اس امر پر بڑا زور دیا جاتا رہا ہے، کہ صدر انجمن احمدیہ، جس کا فیصلہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے "الوصیت" میں جماعت کے لئے حجت قرار دیا ہے، اس کے ممبروں کی اکثریت نے حضرت خلیفۂ ثانی کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا، اس لئے آپ کا انتخاب درست نہیں ہو سکتا چنانچہ ۱۹۳۷ء میں جو تحریری مباحثہ مبایعین اور غیر مبایعین کے درمیان راولپنڈی میں ہوا، اس میں بھی مسئلہ خلافت پر بحث کے دوران میں غیر مبایعین کے مناظر نے اس بات کو پیش کیا، اور اسے حضرت خلیفۂ ثانی کی خلافت کے خلاف ایک دلیل گردانا۔ (ملاحظہ ہو مباحثہ راولپنڈی صفحہ ۲۱۱)

گو یہ بات درست نہیں ہے، کہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں کی اکثریت حضرت خلیفۂ ثانی کے انتخابِ خلافت کی مخالف تھی، لیکن اب حضرت مولوی صاحب کی بیعت سے تو منکرین خلافت کا یہ عذر بالکل ہی باطل ہو گیا ہے، اور پہلے اگر ان کے لئے اس میں جھگڑنے کی کوئی گنجائش تھی، تو اب یہ گنجائش بھی نہیں رہی، اور یہ ان کی زبردست شکست ہے۔

Digitized by Khilafat Library

ہم اپنے لاہوری احباب سے دریافت کرتے ہیں، کہ جب آپ کے نزدیک صدر انجمن احمدیہ کا فیصلہ حجت ہے، تو اب سوچو، کہ اس اصول کے مطابق حق کس طرف ہے؟ وہی دلیل جو آپ لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت کے خلاف پیش کرتے ہیں، آپ کو کھلے طور پر باطل پر ثابت کر رہی ہے۔ یہ سب سامان اللہ تعالےٰ نے آپ لوگوں پر اتمام حجت کے لئے مہیا فرمائے ہیں، کیا آپ بے جا تعصب اور ضد کو چھوڑ کر حق اور راستی کا راستہ اختیار کرینگے، اور باہمی اختلاف کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت کے استحکام میں، جو فرق آیا ہے، اپنے

رجوع سے اس کی تلافی کریں گے؟

اگر لاہوری گروہ کے احباب انصاف سے کام لیں، تو یہی امر ان کی ہدایت کا موجب ہو سکتا ہے، کیونکہ جس انجمن کو وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین مانتے ہیں، اور جس کا فیصلہ جماعت کے لئے قطعی حجت قرار دیتے ہیں، اس کا فیصلہ بھی حضرت خلیفۂ ثانی کی خلافت کے حق میں ہے۔ مگر افسوس کہ ان کے اکابر بجائے حضرت مولوی صاحب کی بیعت سے فائدہ اٹھانے کے اُلٹا اس کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور جناب مولوی محمد علی صاحب نے تو حضرت مولوی صاحب کی بیعت کو بے حقیقت ظاہر کرنے کے لئے اخبار "پیغام صلح" میں مضامین کا ایک لمبا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

حضرت مولوی غلام حسن صاحب نے اپنی بیعت خلافت کی ایک بڑی معقول وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ قادیان آکر انہوں نے خلافتِ ثانیہ کی تائید و نصرتِ الٰہیہ کی فعلی شہادت دیکھی، جس سے متاثر ہو کر انہوں نے بیعت کر لی، آپ کا یہ بیان ایک حق پرست انسان کے لئے اپنے اندر کافی سامانِ تسلی رکھتا ہے، مگر معلوم ہوتا ہے، جناب مولوی محمد علی صاحب اس سے مطمئن نہیں ہیں، اور وہ بار بار آپ کو مخاطب کرکے یہ لکھ رہے ہیں، کہ آپ نے اپنے گذشتہ معتقدات کو کیوں یک قلم ترک کر دیا ہے، اور یہ فوری تغیر کس بناء پر ہے؟

ہماری سمجھ میں نہیں آتا، کہ جب حضرت مولوی صاحب صاف الفاظ میں فرما چکے ہیں، کہ حضرت خلیفۂ ثانی ایدہ اللہ کی خلافت کی تائید میں خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت کو دیکھ کر مَیں نے بیعت کی ہے، کیونکہ جو تائید اور نصرت الٰہیہ آپ کی ہو رہی ہے، اور جو کام آپ سے خدا تعالےٰ لے رہا ہے، وہ یقیناً آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حقیقی اور سچا جانشین ثابت کر رہا ہے، تو اب کونسا امر وضاحت

طلب رہ گیا ہے، جس کے لئے جناب مولوی صاحب بار بار آپ سے سوالات کر رہے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

مذہبی دُنیا میں فوری تغیّر کوئی تعجّب انگیز امر نہیں ہے، ہم آئے دن یہ دیکھتے رہتے ہیں، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شدید دشمن کسی ایک نکتہ کو سمجھ لینے کے بعد فوراً آپ کی جماعت میں شامل ہوجاتے ہیں، اور ہمارے جلسۂ سالانہ پر اکثر ایسے نظارے مشاہدہ میں آتے ہیں۔ پس جناب مولوی محمد علی صاحب کو حضرت مولوی غلام حسن خانصاحب کے فوری تغیّر پر ہرگز متعجب نہیں ہونا چاہیئے، لاہور میں ان کے جلسہ سے اگر کوئی متاثر نہیں ہوتا، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے، کہ قادیان کے جلسہ سے بھی کوئی متاثر نہیں ہوتا، لاہور اور قادیان کے جلسوں میں جہاں اور بہت سی باتوں میں فرق ہے، وہاں ایک بات یہ بھی ہے، کہ قادیان میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ایسی یادگاریں ہیں، جن سے ہر وہ شخص جس کے دل میں ایمان ہو، متاثر ہوتا ہے، اور حضرت مولوی غلام حسن خانصاحب تو حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السّلام کے پرانے مخلصین میں سے ہیں، وہ جب ایک طویل عرصہ کے بعد دیارِ محبوب میں آئے، تو ان کے قلب پر اس مقدس بستی کے برکات وفیوض کا اثر ہونا لازمی تھا، پھر وہ ایسے وقت میں یہاں تشریف لائے، جب ہزاروں عشاقِ مسیح موعودؑ دیوانہ وار اپنے مقدس امام سے اخلاص ومحبت کا اظہار کرنے دور ودراز ملکوں سے آئے ہوئے تھے، گویا جس چیز کو اللہ تعالےٰ نے اپنے الہام يَأْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ وَّيَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا نشان قرار دیا تھا، وہ اب حضورؑ کے بعد حضرت خلیفۂ ثانی کے ذریعہ سے ظاہر ہو رہا تھا، اور آپ نے اس کا شاندار نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا، اس لئے آپ کا اس سے متاثر ہونا ایک طبعی امر تھا، چنانچہ آپ اس سے متاثر ہوئے، اور آپ نے یہ سمجھ لیا، کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے حقیقی جانشین حضرت خلیفۂ ثانی ایدہ اللہ ہی ہیں، کیونکہ یہ سب امور یہ ثابت کر رہے ہیں، کہ خدا کی فعلی شہادت آپ کے ساتھ ہے، اور خدا کی فعلی شہادت سے بڑھکر اور کوئی امر کسی کے برحق ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

جناب مولوی محمد علی صاحب کے مضامین میں سے ایک بات بڑی نمایاں ہے، اور وہ یہ کہ آپ یہ تسلیم کرتے ہیں، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی کثرت تو بے شک حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی خلافت سے وابستہ ہے، مگر آپ کے نزدیک یہ کثرت سچائی کی دلیل نہیں ہوسکتی، ہم حیران ہیں، کہ اگر کسی امر کے متعلق اکثریت کا فیصلہ قابلِ قبول نہیں ہے، تو کیا اقلیّت کا فیصلہ قبول کرنا چاہیئے؟ یہ بات ہم ایک ایسے شخص کے مُنہ سے سُن رہے ہیں، جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین ایک ایسی انجمن کو قرار دیتا ہے، جس کے فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں۔

خلافت پر اختلاف کے شروع زمانہ میں جناب مولوی صاحب نے لکھا تھا، کہ حضرت خلیفۂ ثانی ایدہ اللہ کو "ابھی بمشکل قوم کے بیسویں حصہ نے خلیفہ تسلیم کیا ہے"[1] گویا مولوی صاحب یہ بتانا چاہتے تھے، کہ جماعت کی اکثریت ہمارے ساتھ ہے، اس لئے حضرت خلیفۂ ثانی کی خلافت قابلِ تسلیم نہیں ہے مگر اب جب مولوی صاحب کو یہ احساس ہوُا ہے، کہ جماعت کی اکثریت خلافت سے وابستہ ہوگئی ہے، تو آپ یہ فرمانے لگے ہیں، کہ کثرت صداقت کی دلیل نہیں ہے۔ مولوی صاحب کی ان متضاد باتوں سے صاف معلوم ہورہا ہے، کہ وہ حق اور صداقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں، اگر اکثریت کا فیصلہ قابلِ قبول نہیں ہے، تو پھر مولوی صاحب ہی فرمائیں کہ خلفاءِ راشدین کی خلافت کے برحق ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

Digitized by Khilafat Library

آہ حضرت مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل گذشتہ ماہ کا انتہائی اندوہناک حادثہ حضرت الاستاذ مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل کی وفات کا واقعہ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم کی ساری عمر درس تدریس میں گذری، اس لئے آپ کے شاگردوں کا حلقہ جماعت احمدیہ میں بہت وسیع ہے

[1] پیغام صلح مورخہ ۵ رمئی ۱۹۱۴ء۔

خاکسار راقم الحروف کو بھی آپ سے شرفِ تلمّذ حاصل ہے، آپ کا سلوک اپنے شاگردوں سے نہایت ہی محبّت اور شفقت کا ہوتا تھا، اور حقیقت یہ ہے، کہ ایسے ہمدرد استاد بہت کم ہوتے ہیں، وُہ نہ صرف شفیق استاد تھے، بلکہ محبت کرنے والے دوست بھی تھے، آپ کے احباب اور شاگردوں کے وسیع حلقہ میں بالخصوص اور جماعت احمدیہ میں بالعموم آپ کی وفات انتہائی رنج اور صدمہ کا موجب ہوئی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

جماعت احمدیہ میں آپ ایک نہایت محقق اور بالغ نظر عالم و مصنّف کی حیثیت سے مانے جاتے تھے، آپ کی محققانہ تصنیف جو آپ نے ۔۔۔ میں مونگھیر کے ایک مولوی کے جواب میں لکھی تھی، آپ کے علمی تبحر اور قابلیّت کی آئینہ دار ہے، ۱۹۱۴ء میں جب جماعت احمدیّہ کے دو گروہ ہو گئے، اور جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے چند رفقاء نے سوادِ اعظم سے علیحدگی اختیار کر کے لاہور میں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ جا بنائی، اور دونوں فریقوں میں عقائد کی بحث شروع ہوئی، تو حضرت مولوی صاحب مرحوم نے مرکز سے وابستہ گروہ کے عقائد کی تائید میں جو خدمات سرانجام دیں، وہ ہمیشہ یادگار رہیں گی، اور فریق مخالف ان کے جواب سے کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

تالیف و تصنیف کے سلسلہ میں آپ نے ۱۹۳۵ء میں ایک بے بہا خدمت یہ انجام دی، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں، اشتہاروں اور ڈائریوں وغیرہ سے ہزارہا صفحات کی ورق گردانی کر کے ایک لمبے عرصہ کی محنت کے بعد حضور کے رؤیا و کشوف اور الہامات کا مجموعہ "تذکرہ" کے نام سے مرتّب کیا، یہ آپ کا اتنا عظیم الشان کارنامہ ہے، جو تاریخ احمدیّت کے صفحات میں ہمیشہ درخشاں رہے گا، اور آپ کے نام کو تا ابد زندہ و قائم رکھے گا۔

پرانے علوم کے علاوہ مروّجہ علوم میں بھی آپ کو بہرہ کامل حاصل تھا، حال ہی میں آپ نے

ہجری شمسی کیلنڈر تیار کیا تھا، جو آپ کی دِقّتِ نظر اور علمِ حساب وہیئت سے واقفیّت کا ثبوت ہے، یہ کیلنڈر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی زبانِ مبارک سے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

علمی کمالات کے علاوہ آپ کے دیگر ذاتی اوصاف بھی کچھ کم قابلِ ذکر نہیں ہیں، آپ ایک نہایت خاموش کارکن کی زندگی بسر کرتے تھے، اور بالعموم منظرِ عام پر آنے سے گریزاں تھے، لیکن جس شخص کو آپ سے سرسری ملاقات کا بھی موقعہ ملا، وہ آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا تھا اگر کسی سے آپ کے تعلّقات معمولی تعارف سے گذر کر دوستی کا رنگ اختیار کر لیتے، تو آپ صحیح معنوں میں دوست نوازی کا ثبوت دیتے، اور تعلّقات کو خوب نبھاتے۔

مہمان نوازی آپ کا ایک نمایاں وصف تھا، احباب اور دوستوں کی دعوتوں میں قلبی انبساط اور مسرّت محسوس کرتے تھے، اگر بیرونی احباب میں سے کوئی معمولی واقف بھی قادیان آتا اور آپ سے ملاقات ہوتی، تو آپ کو یہی خیال رہتا، کہ مَیں کس طرح اس کی مہمان نوازی کروں، عیالدار ہونے اور قلّتِ وسائل کے باعث اگر بعض اوقات مہمان نوازی کا جذبہ پورا نہ کر سکتے، تو اس کا انہیں بہت احساس ہوتا۔

مرحوم کی طبیعت میں انکسار اور تواضع اتنا تھا، کہ اگر اپنے کسی فارغ التحصیل شاگرد سے بھی ملتے، تو اسی طرح گویا ایک باادب شاگرد اپنے استاد سے مل رہا ہے، سلسلہ کے کارکنوں اور مبلّغین کی، جن میں سے اکثر آپ کے شاگرد ہیں، اتنی قدر کرتے تھے، کہ گویا ان کے بالمقابل اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے تھے، تکلّف سے نہیں، بلکہ حقیقتاً وہ دوسروں کی خدمات کے مقابلہ میں اپنے تئیں حقیر سمجھتے تھے، افسوس ہے، علم وعمل کی یہ روشن شمع ہمیشہ کیلئے گُل ہو گئی۔ رحمہُ اللہ تعالیٰ۔

انعامی مضامین قبل ازیں اعلان کیا جاچکا ہے، کہ انشاء اللہ اس سال "ریویو" میں بعض انعامی مضامین شائع کئے جائیں گے۔ بعض احباب اور بزرگوں کو تحریک کی گئی تھی، کہ وہ انعامی رقوم کا بار برداشت کریں، سو الحمد للہ کہ اس وقت تک اڑھائی سو روپے کے انعامات کی رقوم کے وعدے مندرجہ ذیل اصحاب کی طرف سے آچکے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library

(۱) جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر حیدر آباد دکن پچاس روپے (۲) ایس۔ایم حسن صاحب آئی سی۔ایس کرور (مدراس) پچاس روپے (۳) ڈاکٹر سید محمد یوسف شاہ صاحب وزیر آباد پچیس روپے (۴) ایم ضیاء اللہ صاحب بی۔اے۔ایل ایل۔بی لکھنؤ وچوہدری غلام احمد صاحب وکیل قادیان پچیس روپے ان کے علاوہ دو اور بزرگوں نے پچاس پچاس روپے دینے کا وعدہ فرمایا ہے، مگر انہوں نے اپنے نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ دعا ہے، کہ اللہ تعالےٰ ان سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رسالہ کی ترقی کے سلسلہ میں اعانت کرنے کا اجر جزیل عطا فرمائے، آمین۔

انعامی مضامین کے عنوان حسب ذیل مقرر کئے گئے ہیں:۔

(۱) "تحریک احمدیت کے قیام کی ضرورت اور مقصد" (۲) "حضرت مسیح موعودؑ بطل اسلام کی حیثیت میں"۔ (۳) "آخری شارع نبی کی بعثت چھٹی صدی عیسوی میں کیوں ہوئی"۔ (۴) "آخری شارع نبی کا ظہور عربوں میں کیوں ہوا"۔ (۵) "اسلام اور دنیا کا سوشل نظام" (۶) اسلام اور قومیت متحدہ"۔

ان میں سے پہلے چار عنوانوں پر لکھے ہوئے مضامین میں سے ہر مضمون کا انعام پچاس روپے، اور آخری دو عنوانوں پر لکھے ہوئے مضامین میں سے ہر مضمون کا انعام پچیس روپے ہوگا۔ مضامین موصولہ میں سے منصفوں کے فیصلہ کے رُو سے جو سب سے اعلیٰ ہونگے، ان کے لکھنے والوں کو انعامی رقوم دی جائینگی۔ پہلے چار عنوانوں کے مضامین ۱۵ ؍ جون تک اور آخری دو عنوانوں کے مضامین ۱۵ ؍ جولائی تک پہونچ جانے چاہئیں:۔

جمہوریّت، ڈکٹیٹر شِپ اور اسلامی نظامِ حکومت

از چودھری عبد المجید صاحب بی۔اے (آنرز)

ابتداء میں انسان سوسائٹی کے آداب سے بالکل بے بہرہ تھا، اس وقت وہ انسان کہلانے کے بھی قابل نہیں تھا، بلکہ محض حیوان تھا، یا زیادہ سے زیادہ اسے ایک اعلیٰ حیوان کہا جاسکتا تھا، غاریں اس کی جائے پناہ تھیں، گھاس اور پتّے اس کی خوراک اور وہ لباس کی ضرورت سے مستغنی تھا، اس کا ذہن ایک دوسرے سے مل کر رہنے کے احساس سے بالکل بیگانہ تھا۔ اس کے بعد ایسا زمانہ آیا کہ اس کا دماغ اس قابل ہوگیا، کہ وہ ایک ابتدائی نظام کی پابندی کرے۔ اس وقت انسان نے مل کر رہنا شروع کیا۔ مل کر رہنے سے افسر یا حاکم کی ضرورت کا احساس پیدا ہوُا، اور اطاعت کا مفہوم انسان کے ذہن میں جاگزیں ہونے لگا۔ یہی فی الحقیقت حکومت یا نظامِ حکومت کی ابتدا تھی، اس عائلی اور تمدّنی زندگی سے قبیلوں کی بنیاد پڑی، اور قبیلہ میں سے ایک سرکردہ شخص اس کا سردار یا حاکم قرار پایا۔

Digitized by Khilafat Library

جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، انسان کی آئین پسندی میں اضافہ ہوتا گیا، اور قانون کے ماتحت زندگی بسر کرنے کا زیادہ سے زیادہ شعور ہیئت انتظامیہ وحاکمہ کو زیادہ سے زیادہ باضابطہ اور منظم بنانے کا موجب ہوُا، حتٰے کہ ایک لمبے عرصہ کے بعد کسی علاقہ کے رہنے والے قبائل وشعوب کی ہیئت حاکمہ اور اس کا اثر ونفوذ اس علاقہ یا ملک کی جغرافیائی حدود تک وسیع ہوگیا، یہی دراصل بادشاہت کی ابتداء تھی۔ بادشاہ تمام ملک کا حاکمِ اعلےٰ متصوّر ہونے لگا۔ وہ اپنے اعمال میں بالکل خودمختار تھا، اور دوسروں کا کام صرف یہ تھا، کہ وہ اطاعت کریں۔

بادشاہت جدّی وراثت قرار پائی، چنانچہ نسلاً بعد نسلٍ باپ سے بیٹے کی طرف منتقل

ہوتی گئی، اس طریق کو شہنشاہی طرزِ حکومت کہا جاتا ہے، اور انگریزی میں اسے System of Kingship یا Monarchical System. کہتے ہیں۔

اس کے بعد ایک اور طرزِ حکومت کا دَور دَورہ ہُوا، جس میں وراثتی بادشاہت کا عنصر مفقود تھا، اس کی قدیم مثال یونان کی حکومت تھی، اس طرزِ حکومت کو "ری پبلک" کہا جاتا ہے، روما کی حکومت آگسٹس کے زمانہ سے قبل ایک بہت بڑی ری پبلک تھی، یہ اوّل الذکر طرزِ حکومت کی ایک اصلاح یافتہ صورت تھی، اور تمدن کی ترقی کا ایک اور زینہ۔

اس کے بعد ہم جمہُوری طرزِ حکومت کو دیکھتے ہیں، اس تقسیمِ اَدوار سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے، کہ یہ کوئی معیّن اور واضح دَور تھے، جو ایک دوسرے کے بعد ظہور میں آتے رہے، بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا رہا ہے، کہ بعض وقتوں میں تمدن کی ترقی نہ صرف رُک گئی، بلکہ اس میں تنزّل اور انحطاط شروع ہو گیا۔ لیکن یہ ضرور ہے، کہ انسان کی ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کے تمدّن اور تہذیب کی ترقی کا سلسلہ جاری رہا، اور یہ تہذیبی فلسفے یکے بعد دیگرے ظہور میں آتے رہے۔

Digitized by Khilafat Library

جمہوری طرزِ حکومت دوسرے الفاظ میں لوگوں کی اپنی حکومت ہے، جس میں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنے نمائندگان کے ذریعہ اپنے لئے قانون مرتب کرتے ہیں، جمہوری حکومت کے آئین کی بڑی خصُوصیت پارلیمنٹری سسٹم ہے، جس میں حکومت جمہور کے سامنے اپنے افعال اور اعمال کی ذمہ دار اور جوابدہ ہے، اس طریقِ حکومت کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے سیاسی پارٹیوں کا ہونا ضروری ہے، بالخصُوص دَو بڑی پارٹیوں کا قیام لازمی ہے، جس میں سے ایک برسرِ اقتدار پارٹی ہو، اور دُوسری مخالف پارٹی یعنی "حزب المعارضہ" حزب المعارضہ کے قیام کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے، کہ برسرِ اقتدار پارٹی یعنی حکومت کے افعال تنقید اور نکتہ چینی کے شکنجہ میں کسے جاتے ہیں، انگلستان، فرانس، امریکہ اور بعض دیگر چھوٹے چھوٹے یورپی ممالک میں اس قسم کی جمہُوریتیں قائم ہیں۔

آئندہ چلکر اس نظامِ حکومت کو سمجھنے کے لئے یہاں جمہوری نظام کے محاسن و معائب پر نظر ڈال لینا مناسب ہوگا، جمہوری نظام کے لوازم حسب ذیل ہیں:۔

(۱) نظامِ جمہوریت میں حکومت جمہور کی ملکیت ہے، ذاتی یا خاندانی ملکیت نہیں، (۲) تمام اہلِ ملک حقوق وقانون میں مساوی ہیں (۳) رئیسِ ملک کا تقرر انتخابِ عامہ سے ہو (۴) امور انتظامی وقانونی عوام کے مشورہ سے انجام پائیں (۵) بیت المال یا خزانہ ملک کی ملکیت ہو، اور پریذیڈنٹ کو اہلِ ملک کی منظوری کے بغیر اس پر تصرف کا کوئی حق نہ ہو، اسلام کی روشنی میں ان امور پر بحث اگلے صفحات میں آئے گی۔

جمہوری نظامِ حکومت میں بعض نہایت خطرناک خامیاں بھی ہیں، اور یہ پارلیمنٹری سسٹم کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً پارلیمنٹ جو فیصلہ کرتی ہے، یا جو قدم اٹھاتی ہے، اس کی ذمہ داری کسی ایک فرد پر نہیں ہوتی، اور نتائج خواہ کس قدر ہولناک ہوں، کسی ایک شخص کو اس کا موجب قرار نہیں دیا جا سکتا، ذمہ داری کا تعلق صرف واحد شخصیت سے ہوتا ہے، اور یہی ذمہ داری کا بوجھ ہے، جو اُسے اپنے اعمال وافعال میں ہمیشہ احتیاط کا پہلو برتنے پر مجبور کرتا ہے، اُسے انتہائی غور وفکر اور حزم پر آمادہ رکھتا ہے، اس طرح غفلت اور عدمِ احتیاط کا بہت ہی کم امکان رہنے دیتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

پارلیمنٹری سسٹم میں ہر بات ووٹوں کی اکثریت پر منحصر ہوتی ہے، پارلیمنٹ کی سب سے بڑی شخصیت بھی ہمیشہ اکثریت کے ووٹوں کے رحم پر ہوتی ہے، اور چونکہ اسے ہر کام کے لئے اکثریت کی رائے اور اس کے منشاء کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے، اس لئے وہ ذاتی ذہانت اور عقل وفہم کو بہت کم بروئے کار لا سکتا ہے، اس کا یہ کام نہیں ہوتا، کہ اپنی دماغی قوتوں کو لوگوں کی فلاح و بہبود کی تجاویز سوچنے پر صرف کرے، بلکہ اس کا کام صرف یہ رہ جاتا ہے، کہ اس امر کی لیاقت اور استعداد پیدا کرے، کہ وہ اپنی باتیں افراد کے اس مجموعہ کو، جسے پارلیمنٹ کہتے ہیں، اور جس کی آخری منظوری اُسے درکار ہوتی ہے، زیادہ سے زیادہ سمجھا سکے، گویا جمہوری نظام میں ایک مدبر کا

معیارِ قابلیت صرف یہ رہ جاتا ہے، کہ وہ ترغیب کے فن میں کس قدر ماہر ہے، نہ یہ کہ اس میں اہم امور حکومت کے متعلق فیصلہ کرنے کی کتنی استعداد موجود ہے۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے، کہ دُنیا میں ترقیات بہت سے افراد کے مجموعہ کی ذہانت کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوتیں، بلکہ فرد واحد کے زرخیز دماغ کی پیداوار ہوتی ہیں، ایک غیر معمولی قابلیت رکھنے والے انسان کا دماغ جو کچھ سوچ سکتا ہے، ایک ہزار متوسط انسانوں کے دماغوں کی مشترکہ عقل اس کی گرد کو بھی نہیں پہونچ سکتی، اس فردِ واحد ہی کو عرفِ عام میں لیڈر کہا جاتا ہے، جمہوری نظام "لیڈر" کے فوائد سے محروم رہتا ہے، افراد کا بڑے سے بڑا مجموعہ بھی لیڈر کا متبادل نہیں بن سکتا، ماہرین علم النفسیات کا فیصلہ ہے، کہ جمعیتِ افراد عموماً عقل وخرد سے عاری ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے، کہ جماعت عموماً جذبات کی رَو کا شکار ہوجاتی ہے، لیکن فرد سوچتا اور غور کرتا ہے، اور جذباتی رَو کا شکار نہیں ہوتا، اکثریت نفسیاتی تجربات سے بُزدل اور احمق ثابت ہوئی ہے، مشہور فرانسیسی مصنف موسیو لیبان نے ووٹ دینے والی جماعتوں کے اوصاف عمومی پر بحث کرتے ہوئے اپنی کتاب "نفسیات اجتماع" میں لکھا ہے، کہ ان میں یہ مخصوص اوصاف پائے جاتے ہیں۔ (۱) ضعف عقلی۔ (۲) فقدانِ ملکۂ انتقاد (۳) سرعتِ غضب (۴) زود اعتقادی۔ (۵) سادہ لوحی اور اثر پذیری۔

جس طرح سَو احمق آدمی ملکر ایک دانا انسان نہیں بن سکتے، اسی طرح سو بُزدل انسانوں سے ایک دلیرانہ فیصلہ کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ پس پارلیمنٹ یا انجمن وہ کام سرانجام نہیں دے سکتی جو ایک فرد سرانجام دے سکتا ہے۔

پھر جمہوری نظام میں ایک اور نقص یہ بھی ہے، کہ یہ ضروری نہیں، کہ اکثریت کی ووٹوں سے منتخب ہونے والے لوگ لازماً عقلمند ہوں، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے، کہ ایسے لوگ منتخب ہوجاتے ہیں، جو فہم وتدبر سے یکسر عاری ہوتے ہیں، ایسے لوگوں سے جس بھلائی کی توقع ہوسکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ مجالس نیابی یعنی پارلیمنٹوں کے اوصاف کے متعلق مصنف مذکور نے لکھا ہے "مجالس نیابی کے اہم اوصاف میں سے پہلا وصف سادہ لوحی اور ضعف عقلی ہے دوسرا اہم وصف یہ ہے کہ وہ بہت جلد دوسروں کی رائے سے اثر پذیر ہوجاتی ہے" (نفسیات اجتماع)

چاہیئے تو یہ کہ پارلیمنٹ میں تمام فنون اور صناعت کے ماہر شامل ہوں، مگر ہوتا یہ ہے، کہ اس میں مختلف سیاسی گروہ آجاتے ہیں، اور حکومت اس تجربہ اور علم سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتی، جو ماہرین کے آنے سے اُٹھایا جا سکتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ پارلیمنٹ محض وقت ضایع کرنے کا آلہ بن جاتی ہے

جمہوریت کا ایک اور نقصان یہ بھی ہے، کہ ہو سکتا ہے، پارلیمنٹ میں بہت سے سیاسی گروہ منتخب ہو کر آجائیں، اس صورت میں کئی ایک گروہوں کو ملکر حکومت بنانا پڑتی ہے، ایسی صورت میں اتحاد اور یکجہتی کا پیدا ہونا مشکل ہے، بلکہ اس کے برعکس بہت سی طاقت باہمی جھگڑوں اور فضول بحثوں میں ضایع ہو جاتی ہے۔

اسلامی نظام ان تمام نقائص سے پاک ہے، چنانچہ اسلام اس قسم کے پارلیمنٹری سسٹم کے سخت خلاف ہے، اسلامی خلافت قوم سے مشورہ بے شک لینے کی پابند ہے، لیکن جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا، خلیفہ مجبور نہیں، کہ اکثریت کی رائے کو تسلیم کرے، وہ چونکہ کسی ایک پارٹی یا اکثریت کی پارٹی کا نمائندہ نہیں ہوتا، اور سیاسی جنبہ داری سے بالا ہوتا ہے، اور تمام قوم کا دینی اور دنیوی رہنما ہوتا ہے، اس لئے اس کا فیصلہ کسی پارٹی کا فیصلہ نہیں کہلا سکتا، اور چونکہ ہر وقت ملّت کی بہبود اس کے پیشِ نظر ہوتی ہے، اس لئے جب وہ دیکھے، کہ اکثریت کا فیصلہ ملّت کے لئے نقصان دہ ہے تو وہ اسے رد کر سکتا ہے۔ اسلامی نظام میں پارلیمنٹوں کے اجزائے ترکیبی مثلاً مختلف پارٹیوں کا قیام خصوصاً دو جماعتیں برسرِ اقتدار پارٹی اور حزب المعارضہ وغیرہ امور کو کوئی دخل حاصل نہیں، البتہ جمہوری نظام کے جو اصولی فوائد ہیں، اور جن کا ذکر اس بحث میں آگے چلکر آئے گا، اسلامی نظام میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

اسلام میں خیر الامور اوسطہا کا اصول نہایت قیمتی اصول ہے، اور اس مضمون سے قارئین کو معلوم ہو جائیگا، کہ یہ اصل اسلامی نظامِ حکومت میں بھی کس حکمت کے ساتھ جاری ہے۔

اس نظام میں جمہوری اور آمری اصول اس خوبصورتی کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہیں، کہ ان کے باہم امتزاج سے ایک قابلِ رشک آئین بن گیا ہے، دونوں کے نقائص سے پاک دونوں کے

فوائد سے مملو فی الحقیقت اسلامی نظام ہی فطری نظام ہے۔

اس کے بعد آمرانہ طرز حکومت نظر آتی ہے، جو بالکل زمانہ حال ہی کی پیداوار ہے، اس طرز حکومت کو ٹوٹیلی ٹیرین سٹیٹ (Totalitarian State) یا کارپوریٹ سٹیٹ (Corporate State) یا حکومت ہیئت اجتماعیہ کہتے ہیں۔ اٹلی کا فاشی اور جرمنی کا نازی نظام اس کی واضح مثالیں ہیں، آمریت فی الحقیقت یاس و قنوط کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے، جنگِ عظیم کے بعد جرمنی نہایت ہی کس مپرسی کی حالت میں مبتلا تھا، وہ گویا ایک قالب تھا، جس میں جان نہ تھی، ایک جسد تھا، جس میں رُوح نہ تھی، وہ مردہ تھا دست و پا بریدہ۔ ایک شخص اُٹھا، اس نے دیکھا، کہ لوگوں پر سخت مایوسی طاری ہے، وہ آگے بڑھا، اور ایک ماہر نباض کی طرح اس نے قوم کی نبض کو پہچان لیا، اس نے عوام کو یقین دلایا، کہ جنگ عظیم میں جرمنی کو شکست اس کے بیرونی دشمنوں نے نہیں، بلکہ اندرونی دشمنوں نے دی ہے، اور وہ یہودی اور ان کا بنیا پن ہے۔ اس نے اس بات کو اظہر من الشمس کر دیا، کہ یہودی غدار ان قوم ہیں، اور انہوں نے جرمنوں کی قومیت کو تباہ کیا ہے، اس نے لوگوں کو تسلی دی، اور ان کی ڈھارس بندھائی، اور ان میں یہ احساس پیدا کر دیا، کہ وہ اس ناگفتہ بہ حالت سے نکل سکتے ہیں، مایوس عوام کو اس کے پیغام میں امید کی جھلک نظر آئی، چنانچہ انہوں نے اس کے وجود کو آیۂ رحمت سمجھا، اور اس کے گرد جمع ہونے شروع ہو گئے، نتیجہ جرمن قوم کی ترقی و تعالی میں ظاہر ہو گیا۔ کہا جا سکتا ہے، کہ اگر گذشتہ جنگِ عظیم وقوع پذیر نہ ہوتی، اور اس میں جرمنی کچلا نہ جاتا، تو ہٹلر کا وجود بھی معرضِ ظہور میں نہ آتا۔

Digitized by Khilafat Library

موجودہ مغربی تہذیب کی بنیاد جس فلسفہ پر ہے، وہ فلسفہ مادیت کا فلسفہ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مغربی تہذیب نے قومیت کا شدید احساس پیدا کر لیا ہے، یہ ایک ایسی بات ہے، جو جمہوری اور ڈکٹیٹری حکومتوں دونوں میں پائی جاتی ہے، گو اول الذکر میں کم اور مؤخر الذکر میں بہت زیادہ۔ اس وقت فاشی اور نازی نظام جو ہمیں نظر آتے ہیں، یہ اسی بڑھتی ہوئی مادیت کے مظہر ہیں، مادیت

کے نتیجہ میں لوگوں میں نیشنلزم کے جذبات ترقی پاتے ہیں، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ تمام مذہبی اور اخلاقی مسائل کو نیشنلزم کے تابع کر دیا جاتا ہے، مغرب میں مذہب کا مفہوم ہی بدل گیا ہے، یہی وجہ ہے، کہ اخلاق اور حقیقی قربانی کی رُوح مفقود ہو گئی ہے، اور دُنیا کا امن برباد ہو رہا ہے، ہٹلر کے ایک پیرو کے نزدیک قومیت مذہب ہے، اور جس چیز سے نیشنلزم کو تقویت ملتی ہے، وہی خدا کا منشاء ہے، نتیجہ حقیقی قربانی کی رُوح کی بربادی ہے۔

اب ظاہر ہے، کہ ایک جرمن یا ایک اطالوی اس لئے قربانی نہیں کرے گا، کہ بنی نوع انسان کو اس سے کیا فائدہ پہونچتا ہے، بلکہ وہ اس لئے قربانی کرے گا، کہ اس کی قوم کو اس سے کیا فائدہ پہونچتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

نازی نظام یا ہٹلر ازم جسے اہلِ جرمنی اشتراکیہ ملّیہ (National Socialism) کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اس کے موٹے موٹے اصول ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

اشتراکیہ ملّیہ کا بنیادی اصل یہ ہے، کہ انفرادی مفاد ملّی مفاد پر قربان ہونا چاہیئے، گویا انفرادی مفاد اگر ملّی مفاد سے ٹکراتے ہوں، تو انہیں ملّی مفاد پر قربان کر دینا چاہیئے، ہٹلر اپنی کتاب "میری جدوجہد" کے صنے میں لکھتا ہے:۔

"اگر ہم اپنے تئیں یہ سوال کریں، کہ وہ کونسی طاقتیں ہیں، جو حکومتوں کو بناتی اور قائم رکھتی ہیں، تو اس کا ایک ہی جواب ہے، یعنی فرد میں قوم کی خاطر قربان ہونیکی قابلیت اور آمادگی۔ یہ کہ ان اوصاف کا اقتصادیات سے کوئی تعلق نہیں، اس امر سے ظاہر ہے، کہ کبھی ایسا دیکھنے میں نہیں آیا، کہ کسی شخص نے تجارت کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا ہو۔ لوگ اس لئے جان قربان نہیں کیا کرتے، کہ ان کی تجارت خطرے میں ہے، بلکہ وہ اعلےٰ مقاصد کی خاطر جان کی قربانی پیش کیا کرتے ہیں۔"

ہم دُنیا میں دیکھتے ہیں، کہ حقیر چیز اعلےٰ چیز کے لئے قربان کر دی جاتی ہے، اور یہ بات قانونِ قدرت کی طرح کام کرتی نظر آرہی ہے، پس فرد کا ملت کے لئے قربان ہونا قدرت کے منشاء کو پورا

کرنا ہے۔ اسلامی نظام بھی اس اصل کا قائل ہے، اسلام کسی پارٹی یا تھیوری کا نام نہیں، بلکہ وہ ایک ایسے مکمل اور جامع نظام کا نام ہے، جس میں انسان کی رُوحانی اور جسمانی ترقیات کا زیادہ سے زیادہ سامان موجود ہے، ڈکٹیٹری نظام محض ایک مادی نظام ہے، اور اس کا دائرہ سیاسی اور اقتصادی کاروبار تک ہی محدود ہے، لیکن اسلامی نظام دنیاوی امور کے علاوہ رُوحانی امور پر حاوی ہے، اور اس کا دائرۂ عمل نہایت وسیع ہے، یہی وجہ ہے، کہ اسلامی نظام حکومت میں فرد کا ملت کے لئے قربان ہونے کا جو مفہوم ہے، وہ نہایت ہی اعلیٰ اور ارفع ہے۔

بعض پابندیاں جو حکومت کی طرف سے افراد پر عاید کی جاتی ہیں، وہ گو بظاہر جبر نظر آتی ہیں، لیکن حقیقتاً جبر نہیں ہوتیں، کیونکہ افراد سے ان کی انفرادی آزادی صرف ان صورتوں میں چھینی جاتی ہے، جبکہ اس میں قومی اور ملی فائدہ ہو، مثلاً جرمن افراد پر یہ پابندی عاید ہے، کہ وُہ رات کے دس بجے کے بعد بلند آواز یا کھڑکیاں اور دروازے کھلے رکھکر گا بجا نہیں سکتے، اس سے ہمسایوں کے آرام میں خلل ہوتا ہے، اور سارے دن کے تھکے ماندے مزدور آرام سے سو نہیں سکتے۔ ظاہر ہے، کہ اس پابندی کو کوئی عقلمند آدمی جبر نہیں کہہ سکتا، بلکہ ایسی پابندیاں تو متمدن انسانوں نے خود اپنے اُوپر عاید کی ہوئی ہیں۔

قومی مفاد انفرادی مفاد پر اس وجہ سے بھی فائق ہے، کہ فرد فی ذاتہٖ کچھ چیز نہیں، اس کی عزت قوم اور ملت سے وابستہ ہے، فرد واحد کی حیثیت اگر اس کا تعلق ملت سے نہیں، ایک قطرہ کی مانند ہے، لیکن جب وہ ملت میں شامل ہوجاتا ہے، تو وہ قطرے سے سمندر بن جاتا ہے، ایک شاعر نے اس جذبہ کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے ؎

Digitized by Khilafat Library

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں　　موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

نیز کہا ہے ؎

فرد مے گیرد ز ملت احترام　　ملت از افراد مے یابد نظام

فرد تا اندر جماعت گم شود　　قطرۂ وسعت طلب قلزم شود

قومیت اور نسل اور اس کو خالص رکھنا، یہ بھی ہٹلر ازم کے اصول میں شامل ہے، قومیت کے متعلق ہٹلر کا نظریہ بہت ہی محدود ہے، اس کے نزدیک ہر وہ شخص جس کی رگوں میں خالص جرمن خون نہیں بہتا، وہ غیر از قوم ہے، اس کا خیال ہے، کہ مختلف شعوب یا قوموں میں ایسی عادات اور صفات پائی جاتی ہیں، جو اس شعب یا قوم کی صفات خصوصیہ کہلاتی ہیں، اور یہ کہ ان صفات خصوصیہ کی حفاظت کرنا ہمارا قومی فرض ہے، اور مختلف قوموں کا اختلاط خطرناک چیز ہے۔ ہٹلر نسلی اور قومی تفاخر کو نہایت قابلِ فخر شئے سمجھتا ہے، اور اس نے کوشش کی ہے، کہ قومی تفاخر کا جذبہ اس کی قوم کے دلوں میں راسخ ہو جائے وہ اپنی کتاب کے ص۱۵۳ میں لکھتا ہے:۔

"یہ بات ہرگز قرینِ قیاس نہیں، کہ کوئی شخص یہ سمجھ لے، کہ ایک حبشی یا ایک چینی اس لئے جرمن بن سکتا ہے، کہ اس نے جرمن زبان سیکھ لی ہے، اور اپنی بقیہ زندگی میں یہی زبان بولنے اور کسی ایک جرمن کو سیاسی پارٹی کے حق میں ووٹ دینے پر آمادہ ہے۔ . . . . . .

چونکہ قومیت اور نسل کا تعلق زبان سے نہیں، بلکہ خون سے ہے، اس لئے دوسروں کا جرمن بننا اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے، کہ ان کے خون کی خاصیت کو کسی طریق سے تبدیل کر دیا جائے، اور اس کے لئے یہ کرنا ہوگا، کہ خون کو باہم ملا دیا جائے، لیکن اس کا مطلب یہ ہوگا، کہ برتر نسل کے معیار کو گرایا جائے۔"

Digitized by Khilafat Library

یہی وجہ ہے، کہ قوم کو خالص رکھنے کے لئے جرمنی میں غیر قوم سے رشتہ ناطہ قانوناً منع ہے۔ قومی روایات اور تہذیب خصوصی کو بیرونی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ناٹسی نظام کی یہ کوشش بھی ہے، کہ غیر جرمن لوگ جرمنوں سے جہاں تک ہو سکے، کم اختلاط کریں، نیز حکومت سے غیر ملکی عنصر کو بالکل نابود کر دیا جائے، چنانچہ جرمنی میں حکومت کا کارکن ہونے یا رہنے کی شرط یہ ہے، کہ وہ شخص یہ ثابت کرے، کہ اس کے ماں باپ اور اس کے دادا دادی اور نانا نانی جرمن تھے۔

یہود سے ہٹلر کی نفرت کا ایک بڑا سبب جذبۂ قومیت ہے۔ یہودی بھی چونکہ اپنی قوم کی انفرادیت کے قائل ہیں، اس لئے ہٹلر کو وہ ایک آنکھ نہیں بھا سکتے، اور فی الحقیقت ناٹسی نظام کسی ایسی

جماعت کو برداشت نہیں کرسکتا، کہ جس کا مطاع جرمن قوم کے لیڈر کے سوا کوئی اَور ہو، اور جس کا مرکز جرمنی سے باہر ہو۔

اسلام اس محدود قومیّت و وطنیّت کا سخت دشمن ہے، کیونکہ وطنیّت و قومیّت کا محدود نظریہ اسلام کی عالمگیر اخوت کے سخت منافی ہے، اسلام میں وطن کا نظریہ قیدِ مکانی سے آزاد ہے، اس کے نزدیک وطن یا مُلک جغرافیائی حدود بندی کا نام نہیں، مسلمان تمام دُنیا کو اپنا وطن تصور کرتا ہے۔ ع

Digitized by Khilafat Library

ہر ملک ملکِ ماست کہ ملک خدائے ماست

جرمنی کے آمری نظام کا قومیّت کے متعلق یہ تنگ اور محدود نظریہ دنیا کے امن کے لئے ایک نہایت خطرناک چیز ہے، اول تو آمری نظام کی عمارت ہی جنگ اور ہنگامہ کی بنیادوں پر قائم کی گئی ہے، لیکن اگر اسے ایک لمحہ کے لئے نظرانداز بھی کر دیا جائے، تو بھی اس کا محدود نظریہ قومیّت اور نسلی تفاخر کا جذبہ جنگ کے بہت بڑے محرّکوں میں سے ہے۔

(باقی)

رسالہ ریویو اُردو کے پُرانے فائل

جن میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر علماء و بزرگانِ سلسلہ کے نہایت قیمتی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں، ایک روپیہ فی فائل کے حساب سے مہیّا کیئے جائیں گے، بشرطیکہ دو سال کا چندہ رسالہ ھٰذا پیشگی ادا کر دیا جائے۔

مینیجر ریویو اُردو۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library

مُسلمانوں میں مسیحیوں کی تبلیغی جدوجہد

(از جناب چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ۔ بی۔اے۔ ایل ایل بی)

ہر سال جنوری کے مہینہ میں مسیحیوں کی تبلیغی کارگذاریوں کی سالانہ رپورٹ شائع ہوتی ہے، اس سال بھی ۱۹۳۹ء کی رپورٹ سہ ماہی رسالہ "انٹرنیشنل ریویو آف مشنز" (لنڈن) کی جلد ۲۹ نمبر ۱۱۳ میں شائع ہوئی ہے، جو ۱۵۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ دجّال کی تبلیغی تگ و دو کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے، کہ کس طرح بحر و بر پر اس کا جال پھیلا ہوا ہے اور شب و روز مختلف طریقوں سے یہ لوگوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کے لئے کوشاں ہے۔ افسوس تو مسلمانوں پر آتا ہے، کہ ایک خالص تبلیغی مذہب کے پیرو ہوتے ہوئے ـــ ہاں اس مذہب کے پیرو ہوتے ہوئے جس کا پیغام ایک عالمگیر حیثیت رکھتا ہے اپنے فرائض کو بُھلائے بیٹھے ہیں۔ دوسروں کو اسلام میں داخل کرنا تو کجا اپنا کمزور مدافعانہ محاذ بھی دشمن کی خطرناک یورش کے آگے ٹوٹ رہا ہے۔ ہندوستان، ایران، ترکی، فلسطین، شام، عرب، مصر، افریقہ غرضیکہ ہر محاذ پر دجّال کی فوجیں پوری طرح مسلح سازوسامان سے آراستہ شبخون مار رہی ہیں۔ اور خوابیدہ مسلمان اگر ذرا انگڑائی لیتا اور آنکھیں کھولتا ہے، تو اسے اس کے سوا اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، کہ پکارے "مجھے نہ مارنا" "مجھے نہ مارنا"۔ یہ ایک حقیقت کا بیان ہے جیسا کہ شام اور مصر کی رپورٹوں سے ظاہر ہے، کہ وہاں دشمن کے اعتراضات کے جوابات دینے کے بجائے یہ کوشش جاری ہے، کہ دشمن کو تبلیغ سے روکا جائے، مسلمان یا تو ترکی، ایران اور سوڈان کی طرح خود مسیحیت کا گرمجوشی سے استقبال کر رہا ہے، اور اسلامی تمدّن کو خیرباد کہکر مغربی تمدن کو اختیار کر رہا ہے، اور یا خوف زدہ شخص کی طرح منہ کھولے پڑا ہے، جس سے "چور، چور" کی دھیمی آواز نکل رہی ہے، لیکن اس کی مدد کو کون آئے، اس کے ہمسائے تو اس سے بھی ابتر حالت میں ہیں۔

اس ظلمت میں ایک طرف سے نور کی شعاع نظر آرہی ہے، پَو پھٹتی معلوم ہوتی اور طلوع آفتاب کا وقت قریب آتا معلوم ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ خدا تعالےٰ نے اسی قوم میں سے جو مذہبی لحاظ سے کامل جمود کی حالت میں ہے اپنے فضل سے احمدیہ جماعت کو پیدا کیا ہے، جو حیرت انگیز طریق پر نہ صرف کامیاب مدافعانہ محاذ پیش کرتی ہے، بلکہ اپنے طاقتور دشمن کو اپنا شکار سمجھتی ہوئی اس کی صفوں پر مشرق و مغرب میں دائیں بائیں آگے پیچھے سے نہایت جوانمردی کے ساتھ حملے کر رہی ہے۔ اس کے بڑے اور نوجوان مجاہدین میدانِ کارزار میں بارگاہِ ایزدی سے دادِ شجاعت لے رہے ہیں۔ ان غازیوں کے دل خدائی وعدہ کے ماتحت فتح کے یقین سے پُر ہیں، ان کی چشمِ تصور تمام دنیا کے تاجوں کو احمدیت کے غلاموں کے سروں کی زینت بنا ہوا دیکھ رہی ہے۔ انگلستان، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، نائیجیریا، گولڈ کوسٹ، سیرالیون، کیپ ٹاؤن، ماریشس، جاوا، سماٹرا، سنگاپور، ہانگ کانگ، جاپان، فلسطین، بغداد، ایران، افغانستان، آسٹریلیا، مشرقی افریقہ، ارجنٹائن، البانیہ، روم غرضیکہ شاید ہی دشمن کا کوئی محاذ ہوگا، جہاں حضرت جری اللہ فی حُلل الانبیاء (علیہ السّلام) کے جاں نثار سپاہی نہ پہونچے ہوں، یہ محض خدا تعالےٰ کے فضل اور اس کے موعود خلیفہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی کامیاب رہنمائی کی برکت ہے، کہ احمدی جماعت دشمن کے مقابلہ میں مادی لحاظ سے بہت ہی کمزور ہونے کے باوجود اس قدر تندہی اور مستعدی سے لڑ رہی ہے، کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اور بے ساختہ اس کی پریشانی کا اظہار ہو جاتا ہے، چنانچہ اس رپورٹ میں کینیا (مشرقی افریقہ) کے متعلق لکھا ہے:-

"نیروبی میں فرقہ احمدیہ کی کوششیں تشویش پیدا کر رہی ہیں، جس کی بڑی وجہ یہ ہے، کہ علیحدہ مسلمانوں میں تبلیغ کے لئے کوئی مشنری نہیں ہے، مرکزی مجالسِ تالیف و تصنیف برائے اہل اسلام کو کہا گیا ہے، کہ وہ سادہ لٹریچر تیار کرے، جو افریقی عیسائیوں کو مسلمانوں کے دلائل کا جواب دینے میں مدد دے۔" (ص۴۴)

اور ٹانگانیکا کے متعلق لکھا ہے:-

Digitized by Khilafat Library

"کینیا کی طرح ٹانگانیکا میں بھی احمدیہ تحریک طاقتور ہے، اور بڑھ رہی ہے، یہ ایک ماہوار رسالہ شائع کرتی ہے، اور بانٹو کے اندر تبلیغ کرتی ہے۔ جرمن مشن اس تبلیغ کے متعلق پورے چوکس رہتے ہیں، اور انہوں نے دو مشنری اسلامی پراپیگنڈا کے جواب کے لئے مخصوص کئے ہوئے ہیں" (صفحہ ۸)

احباب کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے یہاں یہ ذکر کر دیتا ہوں، کہ ان مقامات پر جو مشرقی افریقہ میں ہیں، ہمارے نوجوان بھائی شیخ مبارک احمد صاحب اواخر ۱۹۳۴ء سے نہایت تندہی اور جانفشانی سے کام کر رہے ہیں، اللہ تعالےٰ ان کی کوششوں میں برکت ڈالے، اور انہیں بیش از بیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

Digitized by Khilafat Library

اس رپورٹ میں ارجنٹائن کے متعلق بھی ایک دلچسپ خبر دی ہوئی ہے، جس میں گو احمدیہ جماعت کے متعلق ذکر نہیں کیا گیا، لیکن ہر صاحب بصیرت اسے پڑھکر حقیقت کو بھانپ سکتا ہے، عبارت حسب ذیل ہے:-

"ارجنٹائن سے خبر موصول ہوئی ہے، کہ مذہب سے بے پروائی، جو چند سال قبل بہت نمایاں تھی، اب (مذہب سے) حقیقی دلچسپی کو جگہ دے رہی ہے۔ مذہبی مضامین طلبہ کے درمیان زیر بحث رہتے ہیں، اور مذہبی کتب دلچسپی سے پڑھی جاتی ہیں، نیز مذہبی مضامین روزانہ اخبارات میں بھی شائع ہونے شروع ہو گئے ہیں" (صفحہ ۹۲)

احباب کو معلوم ہوگا، کہ چند سال قبل یعنی ۱۹۳۶ء سے ارجنٹائن میں ہمارے مجاہد بھائی مولوی رمضان علی صاحب فاضل بڑے اخلاص، محنت اور کامیابی سے معروفِ جہاد ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر تمام مجاہدین و مبلغین کو کامیابی بخشے۔ آمین۔

اب میں رپورٹ زیر تبصرہ میں سے بعض اقتباسات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں، جس سے احباب کو عیسائیوں کی مسلمانوں کے درمیان تبلیغی کارگذاریوں سے آگاہ کرنا مقصود ہے، تا ہم دشمن کی عظیم الشان کوششوں کا احساس کرتے ہوئے اپنی مساعی کو انتہائی نقطہ تک پہونچا دیں۔

ہماری جماعت کو اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اسلام کا محافظ بنایا ہے، اس لئے ہماری ذمہ داری بہت بڑی ہے، دشمن کے پاس دنیاوی وسائل کی فراوانی ہے، اور یہاں بے سروسامانی۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے اسلام کا غلبہ مسیح موعودؑ کی جماعت کے ذریعہ مقدر کیا ہوا ہے، اس لئے ہماری فتح انشاء اللہ یقینی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں عیسائیت کے مقابلہ میں مسیح موعودؑ کی برکت سے ایسے ایسے دلائل و براہین عطا فرمائے ہیں، جن کا وہ جواب نہیں دے سکتی، چنانچہ اسے ہمارے وجود کا احساس ہے، پس ہمیں اپنی کوششوں کو تیز کرنا چاہیئے، تا وہ دن جلدی آئے جب يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا عملی نظارہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں، اور دشمن کو ایسی شکست ہو، کہ وہ مایوس ہو جائے، اور پھر کبھی حملہ کی جرأت نہ کر سکے۔

گو ہم نے اس مضمون میں رپورٹ کے صرف اس حصہ کا ترجمہ کیا ہے، جس میں مسلمانوں میں مسیحی تبلیغ کا ذکر ہے، لیکن ہندوستان کے تعلق میں بھیلوں کے درمیان مسیحی تبلیغی سرگرمیاں گذشتہ دنوں اخبارات میں خاص طور پر موضوع بحث رہی ہیں، اس لئے رپورٹ کے اس حصہ کا ترجمہ بھی ہدیۂ ناظرین کیا گیا ہے، جس میں بھیلوں میں تبلیغ مسیحیت کا ذکر ہے۔ اسلام میں اچھوتوں کو مساوات کا جو درجہ حاصل ہے، وہ کسی اور مذہب میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر بھیلوں میں اشاعت اسلام کا کام جاری کیا جائے، تو امید کی جاتی ہے، کہ عیسائی مشنری اسلام کی تعلیم کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکینگے، کاش ہندوستانی مسلمان اس ضروری مذہبی فریضہ کی طرف متوجہ ہوں۔

ہندوستان اُس سال ملک کے بعض حصوں میں مسیحیت کی وسیع تبلیغ کی تحریکات کو عروج حاصل ہوا ہے، اس کے ساتھ ہی یہ عزم بھی زیادہ شدت سے موجود رہا ہے، کہ دوسرے علاقوں میں بھی جو کم اثر پذیر ہیں، تبلیغ کو پہونچایا جائے، مثلاً مدراس کے متعلقہ میں ادنیٰ اقوام کلیسیا کی طرف حرکت کر رہی ہیں، اور ترچناپلی اور تنجور کے قریب لوگ بڑی تعداد میں شدید ایذا رسانی کی پروا نہ کرتے ہوئے بپتسمہ لے رہے ہیں۔ بھیلوں کے درمیان تحریک، جس کا ہم نے گذشتہ سروے میں ذکر کیا تھا، دوران سال میں بہت زور پکڑ گئی ہے۔ کینیڈا مشن کے یونائیٹڈ چرچ نے نیشنل کرسچن کونسل

کے تعاون سے خاص تحقیقات کی ہے، اور وسطِ ہند کے بھیلوں کے درمیان مسیحیت کو فروغ دینے کے لئے پنج سالہ سکیم بنائی ہے، اس میں اہم امور مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) جتنی جلد ممکن ہو، بھیلوں کے ۵۰۰ دیہات میں جہاں مصطباغ مسیحی ہیں، یکصد گرجاؤں کی تعمیر و قیام (۲) نئی جماعتوں اور دیہاتی حلقوں کو ایک پادری کے ماتحت رکھنا، جس کے معاونین رضاکار دیہاتی سردار ہوں (۳) معتبر دیہاتی قائدین اور ان کی بیویوں کی تربیت کا انتظام، تاوہ ادائیگی عبادت میں پادریوں کا ہاتھ بٹائیں۔ (۴) لوگوں کی تعلیم اور گرجے کا انتظام، مہم تعلیم ناخواندگان کا اجراء، بغیر تاخیر کے پرائمری تعلیم کا نفاذ، طبعی خدمات اور جماعتی ترقی کے لئے دیگر ذرائع کا اختیار کرنا۔

Digitized by Khilafat Library

ساری سکیم کا انحصار تربیت یافتہ رضا کاروں کی خدمات سے استفادہ اور بھیل مسیحیوں کی مالی امداد پر ہے۔ کینیڈا مشن کے یونائیٹڈ چرچ اور متعلقہ چرچ کے تمام وسائل کو اجتماعی طور پر حرکت میں لایا جارہا ہے، تا اس عظیم الشان موقعہ سے جو اس ملک میں منفردانہ حیثیت رکھتا ہے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ مہاراشٹر اور بنگال کی تبلیغی سروے کی رپورٹیں موسمِ خزاں میں شائع ہوچکی ہیں، یہ تبلیغی سروے ہندوستان کے دیگر بڑے بڑے حصّوں میں بھی کی جارہی ہے۔

مسلمانانِ ہند میں کام کرنے والے مشنوں کی تاریخ میں قابلِ ذکر وہ کانفرنس ہے، جو دسمبر ۱۹۳۸ء کو دہلی میں منعقد ہوئی، اس میں ہندوستانی عیسائی اور اکنافِ ہند سے مسلمانوں میں تبلیغ کرنے والے مشنری، نیز مجلسِ ٹمبارم کے کچھ نمائندگان، جو مسلمانوں میں تبلیغ کرنے پر مامور ہیں، شامل ہوئے۔ ہندی مسلمانوں میں مسیحی تبلیغ کا ایک جدید قوّت بڑھانے والا عنصر "سونسکا مشن فار بنڈٹ" ہوگا۔ یہ جرمنی مشن چینی ترکستان سے اخراج پر بمبئی اور کراچی اور خصوصاً ترکی بولنے والے مسلمانوں میں کام کا ارادہ رکھتا ہے۔

جدید طبّی کارگزاری میں سے جس کا ذکر مناسب ہے، مرشد آباد میموریل ہسپتال ہے، جس کا کاند کی پہاڑیوں میں بمقام اودے گری جنوری میں افتتاح کیا گیا ہے۔ نیز گجرات کے جنگلی قبائل کے

مشن کا ہسپتال ہے جو فروری میں بمقام دوہاد کھولا گیا ہے، اور جس کی بھیلوں اور دیگر دُور سے آنے والوں نے بڑی قدر افزائی کی ہے۔ علاوہ ازیں اپریل میں کوٹمبٹور کے قریب تپ دق کی ایک صحت گاہ کا افتتاح کیا گیا ہے، جس کی تعمیر میں بڑا حصہ رضا کار جماعتوں کا ہے۔

تبت و کشمیر | جنوری ۱۹۳۹ء کی سروے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ موریوین مشنریوں کے ذریعہ بشارت سرائے کا جو ایک بائیبل خواں عورت کے انتظام کے ماتحت "قافلہ سرائے" ہے، قیام عمل میں لایا گیا ہے، اس کے متعلق خبریں موصول ہوئی ہیں، کہ کس طرح چینی مسافروں نے اس کی قدر افزائی کی ہے، ایک سال میں قریباً چار ہزار اشخاص نے اس سرائے کو استعمال کیا، ایک ہزار سے اُوپر کا چھوٹی ڈسپنسری میں علاج کیا گیا، بارہ صد ٹریکٹ اور انجیلیں تقسیم کی گئیں، ۳۶۰۰ انگریزی ہندوستانی اور تبتی کتابیں اس مختصر سی لائبریری سے، جس کا سالانہ چندہ ایک روپیہ ہے، مستعار لی گئیں، اور ہر سہ زبانوں کے میز پر رکھے ہوئے رسالے بڑے شوق سے پڑھے گئے۔ مسیحیت کی کامیابی کے لئے بے شمار مواقع ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

۱۹۳۹ء کے دوران میں یلنے کا ایک صنعتی مدرسہ جاری کیا گیا، پٹو اور کپڑے لوگوں کی ضروریات کے مطابق تیار کئے گئے ہیں۔ یہ جدید صنعت مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے لئے دیانتدارانہ ذریعۂ معاش بن گئی ہے۔

باوجود شدید مخالفت کے وسط ایشیا کا مشن مسیحیوں کی تعداد میں اضافہ کرتا رہا ہے۔ نئے مراکز کے قیام کے لئے بہت سے دَورے بھی کئے گئے، عہد نامہ جدید کا یُورگ زبان میں ترجمہ مکمل ہوگیا ہے، نیز ایک حصہ کا بالٹی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے، بالٹی زبان میں ایک گیتوں کی کتاب بھی تیار کی گئی ہے جو آجکل زیر استعمال ہے۔

مشرق قریب | مشرق قریب کی کرسچین کونسل کا دوسالہ اجلاس لبنان میں بمقام برمانا مارچ میں منعقد ہوا۔ تبلیغ مسیحیت کی کمیٹی کی رپورٹ پر اہم بحث ہوئی، مسلمانوں کے درمیان مسیحی مساعی کی ترقی کے متعلق بہت سے قلوب میں ایک خلش ہے، اور اس سوال پر اختلاف رائے ہے، کہ کیا یہ

ممکن ہے، کہ مسلمان ایک نئی مجلسی اور سیاسی جماعت میں داخل ہوئے بغیر جو موجودہ حالات میں اصطباغ کا ایک نتیجہ ہے، شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ گو اس سوال کی اہمیت کا کامل احساس ہے، تاہم عام خیال جیسا کہ میٹنگ میں فیصلہ ہوا یہی ہے، کہ بحیثیت مسیحی مبلغین ہمارا یہ مدعا و مقصد ہے، کہ کلیسیا کی برادری کے اندر صداقتِ مسیح کی کھلی شہادت کی شدید اہمیت کے احساس کو بڑھائیں اور پیدا کریں۔

مرکزی مجلسِ تالیف و تصنیف برائے اہلِ اسلام نے، جو نہ صرف مشرقِ قریب کے طول و عرض میں بلکہ جہاں بھی مسلمان ہیں کام کرتی ہے، اپنے کام کو تقویت دینے کے لئے برمانا کی میٹنگ میں ایک زبردست تحریک پیش کی۔ یہ فیصلہ کیا گیا، کہ اگر بین الاقوامی مشنری کونسل ٹمبارم کے شعبۂ تالیف و تصنیف کے قیام کی تجاویز پر عمل کرے، تو اُسے مرکزی مجلسِ تالیف و تصنیف برائے اہلِ اسلام کے کارکنوں کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں کے اندر کام کرنے والوں کی باہمی ملاقات کا ایک نادر موقع مشرقِ قریب کے نمائندگان کے ٹمبارم کے سفر سے میسّر آگیا۔ اور دسمبر ۱۹۳۸ء میں دہلی میں ایک خاص کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں ۶۱ اشخاص شامل ہوئے، ان میں سے ۱۶ دہلی کے، ۲۹ ہندوستان کے دیگر مقامات کے اور ۱۶ غیر ممالک کے، جن میں مشرقِ قریب اور جاوا بھی شامل ہیں، تھے۔

Digitized by Khilafat Library

ٹرکی | ٹرکی کے پریذیڈنٹ کمال اتاترک کی المناک وفات کے بعد عصمت انونو اُن کے جانشین منتخب ہوئے۔ . . . . مسیحی مشنوں کے میدانِ عمل کے پسِ منظر میں بظاہر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ایک وقت یہ ظاہر ہوتا تھا، کہ اسلام کی طرف نسبتاً زیادہ مثبت رویہ اختیار کیا جاوے گا، لیکن یہ امید پوری نہیں ہو سکی، خصوصاً نئی پود میں مذہب کی ایک مختلف صورت کی جستجو ہے، اور اس امر کا احساس بھی ہے، کہ اگر ملک کی ترقی کی خواہش ہو، تو کیریکٹر کی تعمیر کے لئے دنیاوی تعلیم کے علاوہ بھی مزید کسی چیز کی ضرورت ہے۔

ترکی حلقوں میں تعلیم کے سوال کی طرف بہت توجہ دی جا رہی ہے۔ مجلسِ تعلیم کی پہلی میٹنگ جولائی میں بمقام انقرہ منعقد ہوئی، جہاں کامل آزادی سے تعلیم عامہ کی تمام شقوں پر غور کیا گیا، اور سفارشات

کو وزارتِ تعلیم تک پہونچایا گیا، .... متعدد نوجوانوں کی غیر تربیت یافتہ اور بے مقصد زندگیوں کی اصلاح کے طریق زیادہ تر زیر بحث رہے، اس گفتگو کا دلچسپ پہلو وہ کشمکش ہے، جو لاطینی اور یونانی کو شاملِ نصاب دیکھنے کے خواہاں طبقہ اور سائنس کے حامیوں اور قدیم اسلامی تمدّن کو پسند کرنے والوں کے درمیان جاری ہے۔

ترکی میں اصلاحِ دیہات کی تجاویز زیادہ تر دیہاتی تعلیم پر مرکوز رہی ہیں، خیال کیا جاتا ہے، کہ چالیس ہزار دیہات ایسے ہیں، جن میں نہ کوئی استاد ہے، اور نہ کوئی مدرسہ۔ تجویز یہ ہے، کہ دیہات کے پڑھے لکھے لوگوں کو سکھا کر انہیں نائب مدرّس بنایا جائے، صدر مجلسِ تعلیم عامّہ نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے، جس میں جمہوریہ ترکیہ کو اس رفتار پر مبارک باد دی گئی ہے، جس سے مذہبی اور دنیاوی تعلیم کا مشترکہ نظام اتاترک کے عہد میں ختم کر دیا گیا ہے، وہ لکھتا ہے:۔ "دونوں قسم کے مدارس مذہبی اثر کے ماتحت تھے، جس سے تعلیم حقیقتًا سائنٹیفک نظریہ پیدا کرنے سے قاصر تھی"۔ (باقی)

Digitized by Khilafat Library

مکتبہ احمدیہ قادیان

ہم نے ہندوستان کے تمام مصنفوں کی کتابیں مہیّا کرنے کا انتظام کیا ہے، آپ کو جس کتاب کی ضرورت ہو، اس کے مصنف کا نام لکھکر ہم سے طلب فرمائیں، اصل قیمت پر کتاب مہیّا کی جائے گی، اس میں علاوہ دیگر جماعتی مفاد کے سلسلہ کے مرکز کی تجارت کو فروغ ہوگا، اور آپ کا اس میں کچھ نقصان نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ کے دیگر مصنفوں کی کتابیں بھی ہم سے طلب کی جاسکتی ہیں۔ غرض آپ کو ہر کتاب ایک ہی جگہ سے مل سکتی ہے:۔

مینجر مکتبہ احمدیہ قادیان

Digitized by Khilafat Library

میری تبدیلیٔ مذہب

(از جناب پروفیسر عبداللہ بن سلام سابق رودر دیو شاستری)

—— گذشتہ سے پیوستہ ——

ڈاکٹر تھیبو نے سلسلۂ تصنیفات "Sacred Books of the East" میں شنکر آچاریہ اور رامانوج چاریہ دونوں کے ویدانت کی تفسیر کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، اور دیباچہ میں یہ بات تسلیم کی ہے، کہ شنکر کی نسبت رامانوج سوتروں کے معانی کرنے میں ویدانت کے حقیقی مفہوم کے زیادہ قریب ہے۔ اس سے مَیں صاف طور پر عقل کے مطابق خیالات کے ظاہر کرنے میں قرآن شریف کا اثر پاتا ہوں۔ ہاں اس فلاسفر نے بعض جگہ قرآن شریف کو سمجھنے میں پوری توجہ نہیں دی، اور وہیں سے اس کی فلسفیانہ غلطی شروع ہو گئی۔

شنکر کے ویدانت اور قرآن شریف کے اصول میں خدا اور رُوح کے ملنے کے سوال پر اختلاف شروع ہو جاتا ہے، شنکر رُوح کو خدا میں ملا دیتا ہے۔

जीवो ब्रह्मैव नापरः جیو و برہمیو ناپرہ

وغیرہ کی تفسیر میں اس قسم کی باتیں مل جائیں گی۔ قرآن شریف کا مفہوم یہ ہے، کہ خدا رُوح کا بنانے والا ہے، اور رُوح خدا کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن وہ چونکہ مخلوق ہے، اس لئے وہ خود ہی اپنی خالق نہیں ہو سکتی۔ شنکر اچاریہ کے ادویتہ ویدانت میں کرت یا زمت (چاہے اس کی تفسیر مایہ اور اودیا کے پردہ میں کی جائے، اور چاہے صاف صاف الفاظ میں) ہی اس صفت کو حاصل کرنے والا مان لیا جاتا ہے، جو خالق کی ہے، خالق اور مخلوق ایک نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ قرآن شریف کی تعلیم پر زیادہ غور کرتے، تو وہ یہ غلطی نہ کرتے۔ غیر محدود الشعور میں رُوح غیر محدود

ہو کر نہیں مل سکتی۔ پس قرآن شریف کی نجات اور سانکھیئے کے کیوتیئے اور بنایئے کی مکتی اور بودھوں کے نروان اور ویدوں کے امرت میں فرق ہے۔ نجات نہ تو نروان ہے، نہ کیولئیے اور نہ مکتی، اس کو سمجھنے کے لئے سرشٹی کی ابتداء اور مادہ میں رُوح کا پیدا ہونا اور قیامت وغیرہ کئی چیزیں سمجھنی ضروری ہو جاتی ہیں۔ نجات کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے دوزخ اور جنّت کو بھی سمجھنا چاہیئے، اور پھر سب کو ملا کر اکٹھا غور کرنے کے بعد نجات کے مسئلہ کو حل کرنا چاہیئے۔ مَیں فی الحال ان پیچیدہ سوالات کو کسی اور وقت کے لئے ملتوی کر دیتا ہوں، کیونکہ ان پر بحث کے لئے یہ موقعہ نہیں ہے۔

مَیں یہاں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں، کہ اگر کوئی خدا پر ایمان قائم رکھنا چاہتا ہے، یا کسی دہریہ کو خدا کا قائل کرنا ہو، تو قرآن شریف کے بتائے ہوئے ایشوری صفات کو دیکھکر ہی خدا پر ایمان قائم رہ سکتا ہے، اور انہیں صفات کو پیش کر کے کسی دہریہ کے دل میں خدا پر ایمان لانے کی طرف رجوع پیدا کیا جا سکتا ہے، دوسری طرح کی خدائی صفات کو دیکھکر بہت سے شکوک و شبہات سامنے آجاتے ہیں، جن سے انسان ایسے پس وپیش میں پڑ جاتا ہے، کہ ان سے اس کی طبیعت کا رجحان اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اس کے حکم کو بجا لانے کی طرف سے ہٹ جاتا ہے بلکہ ایسی جگہ پہونچ جاتا ہے، جہاں اللہ تعالےٰ یا اس کا الہام دونوں ہی اس کے دل کی پیاس کو نہیں بجھا سکتے، ایسا انسان ہی (جو اللہ تعالےٰ اور الہام دونوں سے انکار کرنے لگتا ہے) دہریہ کہلاتا ہے، یہ لوگ اگر ان صفات الٰہیہ کو غور سے دیکھیں، جن کی طرف قرآن شریف میں اشارہ ہے، تو کیا دہریہ کو الہام کی ضرورت معلوم نہ ہوگی؟ اور اس کے ساتھ ہی وہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کو قبول نہیں کرے گا؟

Digitized by Khilafat Library

اسلام نے سچ مچ ایشور کا جو تصوّر عرب کے بُت پرست لوگوں کے سامنے رکھا تھا، وہ آدمی کو بُت پرستی سے ہی نہیں ہٹاتا، بلکہ بُت کے پیچھے چھپے ہوئے تمام خیالات سے اُسے دُور لیجاتا ہے۔ اگر کوئی شخص شیطان پرست آدمی کی تلاش کرنا چاہتا ہے، تو اسلام کی تعلیم کے رُو سے بُت پرست ہی شیطان پرست ہے۔ قرآن شریف نے بُت پرستی کو ہٹا کر شیطان پرستی بھی ہٹائی، اور روزمرّہ

سامنے آنے والی دوزخ کی آگ ہی کو بجھانے کا انتظام نہیں کیا، جو اس دنیا میں خدا کے کاموں، اس کے کلام اور اس کے نور کو نہ دیکھ سکنے والوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتی ہے، بلکہ اس کی گرمی کو ہٹا کر میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا گھونٹ بھی پلایا ہے، جس سے انسان کو امن اور آسودگی ملتی ہے۔

بندہ اپنے رب کو پہچانتا ہے، اُسے ماں کی شکل میں دیکھتا ہے، اور چاہتا ہے، کہ وہ اس پر ماں ہی کی طرح نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھکر دیالُو ہو۔ ماں کے پیار کو جیسے بچہ پاتا ہے یعنی جیسے ماں سے بچہ اپنے قصور معاف کرا کر اس کی دیا سے آرام میں رہتا ہے، ایسے ہی خدا کے فضل سے بندہ یا حکم بجا لانے والا انسان اس چیز کو پاتا ہے، جو اس کو صرف اس کے کرم کے پھل کی شکل میں نہیں مل سکتی تھی، یہ محبتِ الٰہی کی کشش ہے، جو قرآن شریف میں ملتی ہے۔

لیکن بات صرف ایشوری محبت اور اس کے کشش کرنے والے صفات تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ کچھ ایسی باتیں بھی ہیں، جن کو ہم دنیاوی ایمان کے لئے یعنی سوسائٹی وغیرہ کو چلانے کے لئے ضروری سمجھتے ہیں، اور وہ اُخروی ایمان سے دوسرے رنگ میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔

ایک انسان دوسرے کے ساتھ کیسے سلوک کرے؟ یہ سوال اُٹھا کر اسلام میں جس طرح اُسے حل کیا گیا ہے، اُسی کو پکڑ کر دُنیا آج اس کو حل کر رہی ہے، بادشاہ اور رعایا کے باہمی تعلقات اور بادشاہ کے حقوق و اختیارات کے بارے میں آج دنیا جہاں پہونچنا چاہتی ہے، وہ وہی جگہ ہے، جو قرآن شریف کی تعلیم سے مل سکتی ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں، کہ جمہوریت ہی سب سے بہترین طریقہ ہے، جس سے اچھی حکومت کی جا سکتی ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں، کہ جمہوریت کی اعلیٰ تعلیم یورپ میں پیدا ہوئی، اور اب وہیں اس کی قبر کھُد چکی ہے، کیونکہ یورپ اب ڈکٹیٹر شپ کو پسند کرتا ہے، فاشزم اور نازی ازم کی طرف میلان رکھنے والے لوگ بالشوزم یا کمیونزم کی مخالفت کرتے رہے، مگر اب ہم دیکھتے ہیں، کہ ان دونوں کے میل سے ایک تیسرا راستہ لوگ نکالنا چاہتے ہیں۔ قرآن شریف میں جمہوریت کو ڈکٹیٹر شپ سے ملا دیا گیا ہے، اور نہ صرف ڈکٹیٹر شپ کو اور نہ صرف جمہوریت کو اکیلے اکیلے قبول کرنے کے لائق کہا ہے، بلکہ درمیانی راستہ کو پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے، دنیا کے

سیاسی لوگ آج اِدھر ہی جھک رہے ہیں، یہ بادشاہ اور رعیت کا سوال کئی وجوہ سے پہلے سامنے آتا ہے، مگر اس سے اہم سوال انسان کا انسان سے تعلق کا ہے۔

ہندوؤں میں برہمن اور بنیا، یا کھشتری اور دھوبی یا بنیا اور ڈوم ساتھ ساتھ ایک چوکے میں بیٹھکر کھانا نہیں کھا سکتے، اسلام میں جو اخوت ہے، اُسے دیکھکر ہندوؤں میں اس چیز کو داخل کرنے کی کوشش کی گئی۔ آریہ سماج کو اصلاحی فرقہ کہا جاتا ہے، آریہ سماج کی وہ سب باتیں جن کو تمدنی اصلاح کے دائرہ میں لایا جا سکتا ہے، ہندوؤں کے ہاں سے نہیں لی گئیں، بلکہ وہ اکثر مسلمانوں کے گھر سے لی گئی ہیں، یہ اخوت کی ایک بات ہے، جس کی بنیاد پر اور بہت سی چیزیں ہیں۔

لا الٰہ الا اللہ کا سایہ "एकमेवाद्वितीयं ब्रह्म"

میں نظر آتا ہے، یہ مان لینے پر بھی ہندوؤں کے ایشور کی تفسیر مشکل ہی نہیں، بلکہ بہت جگہ ناممکن ہے، اسی لئے ہندوؤں کے خاص خاص دھرم شاستروں کا دھرم توحید کی تعلیم نہیں دیتا، کوئی کہتے ہیں اس میں شرک کی تعلیم دی گئی ہے۔ مگر زیادہ توجہ کرنے والوں کا خیال ہے، کہ اس میں Henotheism کی اور بہت ہی ٹھیک مقدار میں Kathenotheism کی بھی تعلیم ہے، اب آریہ سماج نے جو توحید کو پکڑا ہے، اس کی بنیاد کیا قرآن شریف نہیں ہے؟ یہ سچ مچ بڑی بھاری احسان فراموشی ہوگی، کہ توحید کی تعلیم میں ہم دُنیا کو قرآن شریف کا زیر بارِ احسان نہ سمجھیں۔ یہ سمجھکر مَیں تو بہت عرصہ سے اس بات میں قرآن شریف کا متبع رہا اور ہُوں۔ ہندو سوسائٹی میں چھوت چھات جس طرح تھی، اور ہے، اس کو ہندوؤں سے ہٹانے کی کوشش دو بڑی جماعتوں نے کی ہے، ایک جماعت اپنے کو مذہبی کہتی ہے، اور وہ آریہ سماج ہے، اور دوسری جماعت اپنے کو سیاسی کہتی ہے، اور وہ آل انڈیا نیشنل کانگریس ہے، ان دونوں نے مسلمانوں کی سوسائٹی کی نقل میں ہندوؤں کی سوسائٹی بنانی چاہی، مگر یہ لوگ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اسلام میں چھوت چھات کا زہر نہیں ہے، کھانا اور نماز دونوں کے طریقوں میں ایسی باتیں موجود ہیں، کہ کوئی بھی آدمی چھوت چھات کا ذرا برابر بھی شک نہیں کر سکتا۔ ہندوؤں میں جب یہ کوشش ہوئی، تو نتیجے اور

کھشتری کائستھ اور کلوار وغیرہ جن کے پاس کچھ روپیہ تھا، اور کچھ پڑھ لکھ گئے تھے، اُونچی جاتی کے لوگوں بالخصوص براہمنوں کی دھجیاں اڑانے لگے۔ ان براہمنوں وغیرہ کے معیار کو ڈوم اور بھنگیوں وغیرہ سے گروانے کی ایسی کوششیں کی گئیں، جن کو دشمن ہی کام میں لاسکتا ہے۔ ان تحریکات سے آپس میں ایک دوسرے سے دشمنی کافی بڑھ گئی ہے، چھوت چھات کو دور کرنے کی جو تحریک آریہ سماج میں چلی تھی، یا ذات پات توڑک منڈل کے نام سے پنجاب کے آریہ سماجیوں نے جو کچھ کرنا شروع کیا، اور آہستہ آہستہ جس کا پھیلاؤ اور صوبوں میں ہوُا، یا ہریجن تحریک کے نام سے جو چیز کانگریس نے اٹھائی، ان سب میں خاص چیز تو اسلام سے لی گئی، لیکن بعد میں لوگوں نے اتحاد یا پنچ اقوام کی ترقی کی شکل یہی سمجھنی شروع کر دی، کہ جس کا جنم برہمن کے گھر میں ہوُا ہو، اس کو کوسا جائے، اس کی بُرائی کی جائے، اس کی ہتک کی جائے، اور برہمن کے معیار کو گرانے کے لئے ان سے ڈوم اور بھنگی وغیرہ لڑوا دیئے جائیں۔

سوراج پانے کے لئے بنیادی پتھر یہ رہا، کہ یہ دونوں لڑیں اور جھگڑیں، اور بیچ میں پیسے والے بنیئے یا سرمایہ دار لوگ جن کا جنم برہمن کے گھر میں نہیں ہوُا ہے، اُونچے اٹھیں، بڑھیں، اور سیاسی دُنیا میں ان ہریجنوں کی طاقت پر برہمنوں کو پچھاڑ کر بنیوں کا یا دوسرے (یعنی برہمن کے علاوہ) سرمایہ داروں کی شان و شوکت بڑھائیں، لُغت کا سوراج جو معنے رکھتا ہے، اور اس عملی سوراج کا جو بنیادی پتھر ہے، یہ دونوں کیا ایک ہیں؟

Digitized by Khilafat Library

ہریجن تحریک میں یہ باتیں تھیں، اس لئے اس کو چلانے والے لیڈروں کے ساتھ نہ صرف اُونچی ذات کے لوگ ہی نفرت کرتے رہے، بلکہ اچھوت کہے جانے والوں کے لیڈر بھی ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے رہے، اسلام کی نقل کرنے والوں کے دل اتنے صاف نہیں تھے، جتنے مومن اور مسلمان کے ہونے چاہئیں، اس لئے ہندو سماج ویسا نہ بن سکا، جیسا کہ حقیقی سماج ہونا چاہیئے، اسلام کی خوبی تو لی گئی، مگر اس کا نام نہ لیا گیا، اور پھر اس خوبی سے ایسا بُرا نفع اٹھانے کی کوشش کی گئی، جس سے ہندو دھرم میں آپس کی چھینا جھپٹی سے اتحاد کی گنجائش کا امکان نہ رہا، ہندوؤں میں اقلیت پر اکثریت ظلم کرتی رہتی ہے، اگر کہیں سرمایہ دار بنیئے زیادہ ہیں، تو وہ اسی نقطۂ نگاہ سے

کام کرائینگے۔ انصاف کا برادری پرست ہندو دشمن ہے۔

اسلام کی چیز سے چڑ نہیں، تو نام سے کیوں چڑ ہے؟ طلاق، مستورات کا جائیداد میں حصہ، شراب بندی کی تحریک وغیرہ یہ سب چیزیں اسلام سے کانگریسی ہندوؤں میں آئی ہیں، جادو، ٹونا، بھوت پریت اور شگن وغیرہ سے نہ ڈرنا بھی انہوں نے اسلام ہی سے سیکھا ہے، اور اب ڈاکٹر مونجے وغیرہ گوشت خوری کا پرچار بھی اسی اصول کو قبول کر کے کر رہے ہیں، جو اسلام کے ماننے والوں کے مدنظر تھا، ان تھوڑی سی سطور میں یہ بات کھول کر بیان نہیں کی جا سکتی، کہ اسلام کی خوبیوں کو لیکر بھی اسلام یا قرآن شریف کے لئے عزت کا خیال نہ ظاہر کرنا کیسی بُری بات ہے۔

ابھی مَیں ان خیالات کو ظاہر نہیں کر رہا، جن کو نہ تو مَیں بھول سکتا ہوں، اور نہ بھلانا چاہتا ہوں، لیکن اتنا سمجھتا ہوں، کہ ہندوؤں میں اب ہندو دھرم کی وکالت کرنے کی طاقت نہیں رہ گئی، اور سیاسی زندگی کے پیچیدہ سوالوں نے کروڑوں ہندوؤں سے یہ کہلوانا شروع کر دیا ہے، کہ مذہب کوئی چیز نہیں ہے، ہم نہ ہندو ہیں نہ مسلمان، اور سب کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، ان کے نزدیک چوٹی اور زنار وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ تمام ہندوستان میں ہی نہیں، باہر کے ملکوں میں بھی جن کانگریسی ہندو لیڈروں کی شہرت ہے، ان میں سے ایسے بھی ہیں، جو نہ چوٹی رکھتے ہیں، اور نہ زنار پہنتے ہیں۔ اور انہیں کسی کے ساتھ بھی کھانے پینے میں عار نہیں ہے۔ ایسے ہندو اپنے دل کی کمزوری سے اپنے تئیں مسلمان نہیں کہلاتے، بلکہ یہ کہا کرتے ہیں، کہ ہم نہ ہندو ہیں اور نہ مسلمان۔

ایسے آدمیوں کو صرف اس وقت پکا ہندو مانا جا سکتا ہے، جب وہ ہندوؤں کی طرف سے کسی حلقہ میں میونسپلٹی، ڈسٹرکٹ بورڈ یا اسمبلی وغیرہ میں ممبری کے لئے امیدوار بنکر کھڑے ہو رہے ہوں، ہندو ٹکٹ کے لئے ایسے لوگ ہندو ہوتے ہیں۔ ایسے سب ہندو اگر مسلمان نہ بھی ہوں تو بھی ان کی رغبت اسلام کی طرف ہوتی ہے۔ اسلام کے دائرے میں آنے سے قبل بزدلی چھوڑنی پڑتی ہے، اسلام بزدلی کی تعلیم نہیں دیتا، بزدل مسلمان نہیں ہو سکتا، بزدلی کو دور کئے بغیر اسلام سے طاقت ملنا بھی محال ہے، یہی خیال کر کے مَیں نے بزدلی کو مٹانے کی کوشش کی۔

مَیں جب کاشی ودّیاپیٹھ میں مولوی ناصر الدین عبداللہ صاحب مولوی فاضل کاویاتیرتھ ویدبھوشن کو وید اور برہمن گرنتھ وغیرہ پڑھایا کرتا تھا، تو اکثر لوگ مجھ سے قادیانی، "مرزائی" یا احمدی لوگوں کا ذکر کیا کرتے تھے، یہاں پر مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، کہ ہندو مسلم اتحاد اسوقت تک نہیں ہوسکتا، جب تک ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کی عزّت کرنا نہ سیکھیں، اور ایک دوسرے کے بزرگوں کی تعظیم نہ کریں، ایک دوسرے کی مذہبی کتب کو الہامی کتابوں میں سے نہ مانیں، ایک دوسرے کے لیڈروں کو لیڈر نہ مانیں، اور ایک دوسرے کو تکلیف پہونچنے پر دُکھی نہ ہونے لگیں، ہندو اور مسلمانوں کے میل کے لئے جو باتیں ضروری ہیں، وہی سب مذاہب کے پَیرووُں کے اتحاد کے لئے ضروری ہیں۔ مَیں یہ تو مانتا ہوں، اور مانتا تھا، کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے، اس کے سوا فرقہ دارانہ ذہنیت دور نہیں ہوسکتی، جب مولوی صاحب مذکور مجھے ملے تو مجھے معلوم ہوُا، کہ اسلام بھی اس بات کی تعلیم دیتا ہے، جس کو مَیں ملک میں اتحاد و محبت کے لئے نہایت ضروری سمجھتا تھا۔

مَیں دنیا کے سب مذاہب اور ان کے پَیروکاروں کے اتحاد کا سوال ترک کرکے جب محض ہندو مسلم اتحاد کے سوال پر نگاہ ڈالتا ہوں، تو مجھے معلوم ہوتا ہے، کہ ہندو مسلم اتحاد کا علمبردار وہی شخص ہوسکتا ہے، جو بھگوان سری کرشن کو بھی عزّت کی نگاہ سے دیکھے، اور حضرت بدھ کو بھی، اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی، اور حضرت عیسٰےؑ کو بھی، اور حضرت زرتشت کو بھی، اور اس کا یہ خیال بھی ہو، کہ سب قوموں میں خدا نے نبی مبعوث کئے ہیں، اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو الہامی کتب باقی ہیں، ان پر اس کا ایمان ہو، اور وہ سمجھتا ہو، کہ جوں جوں انسان نے ترقی کی ہے، نوں نوں الہامی کتب میں جو الہامی تعلیم ہے، وہ ترقی کرتی گئی ہے، اور جو نبی آخر میں ہوُا، وہ تمام پہلوؤں سے بہت عظیم الشان تھا، اور اس کی کتاب بھی سب سے زیادہ مکمّل ہے۔ (ترجمہ از ہندی)

Digitized by Khilafat Library

مسلمان اور علمِ جغرافیہ

(از ابن عمر)

(۴)

[اس مضمون کی تین قسطیں رسالہ ہذا کی اشاعت ماہِ جون و جولائی و نومبر ۱۹۳۹ء میں چھپ چکی ہیں، اب یہ آخری قسط ہدیۂ ناظرین ہے ؛ ایڈیٹر]

چودھویں صدی میں جغرافیائی تحقیقات کے سلسلہ میں غالباً کوئی نیا کام نہیں ہؤا، صرف پہلی معلومات کی اشاعت پر ہی زور دیا گیا ہے، البتہ سفرناموں کی اشاعت کے لحاظ سے اس عہد کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library

نویں صدی سے چودھویں صدی تک کے عربی جغرافیائی لٹریچر کے متعلق انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا مضمون نگار لکھتا ہے:-

From the 9th to the 14th century a considerable and important Geographical literature was produced in Arabic.[لہ]

اس دور میں عربی جغرافیائی لٹریچر کس وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اور کس طرح اسلامی جغرافیائی نظریوں کو یورپ نے اختیار کیا؟ اس کے لئے ہمیں کرۂ ارضی کا وہ نقشہ دیکھنا چاہئیے، جس کا انتساب ۷۳۱ھ/۱۳۲۱ء میں یورپ کی طرف کیا گیا، یہ نقشہ بالکل گول ہے، اور عربی نقشہ کی

لہ نویں صدی عیسوی سے لیکر چودھویں صدی عیسوی تک عربی زبان میں ایک معتدبہ اور اہم حصہ جغرافیائی ادب کا تیار ہو گیا تھا۔

نقل میں، جس میں مکّہ کو وسط میں دکھایا گیا تھا، یوروشلم کو وسط میں دکھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام تفصیلات میں یہ ابن حوقل کے نقشہ کا چربہ ہے۔ اسی طرح بعض یورپین مصنّفین نے سات اقالیم میں دنیا کو تقسیم کرنے کے طریق کو بھی اختیار کر لیا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے، کہ پندرھویں صدی میں کولمبس نے امریکہ دریافت کی، اور اس وجہ سے اس پر تحسین و احترام کی نگاہیں پڑتی رہی ہیں۔ بے شک یہ درست ہے، کہ کولمبس کی بحری کوششیں ہر بینا انسان سے خراج تحسین وصول کرینگی، لیکن نئی دُنیا کی دریافت کو اس کی طرف منسوب کرنے کا خیال ذرا محل نظر ہے، ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا، کہ لیو ونر آف ہارورڈ (Leo Wiener of Harwared) کے قلم سے افریقہ و امریکہ کی دریافت کے نام سے تین جلدوں میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے، جس میں فاضل مصنّف نے پُرزور دلائل سے ثابت کیا ہے، کہ امریکہ کی دریافت کولمبس نے نہیں کی، بلکہ اس سے بہت پہلے یہ براعظم پُرانی دنیا والوں کو معلوم ہو چکا تھا۔ اب طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ اگر کولمبس نے نئی دُنیا کی دریافت نہیں کی، تو پھر اُسے ڈھونڈ نکالنے کا سہرا کس کے سر ہے۔ اس کے لئے ہمیں مشہور جغرافیہ دان ملطبران کے اس بیان کے ساتھ کہ "دریافت امریکہ سے پہلے عرب لوگ اندلس سے نکل کر . . . . . . بحراوقیانوس میں مختلف زمینوں اور مقامات کی تلاش کرتے پھرتے تھے"۔ مسٹر وینز، جو دنیا کی ۲۶ زبانوں کے ماہر اور السنہ عالم کے قواعد و ضوابط کے متعلق غیر معمولی قابلیت کے مالک ہیں، کی اس تحقیق پر غور کرنا چاہیئے، جو انہوں نے امریکہ کے اصل باشندوں کی زبان کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد پیش کی ہے، کہ امریکہ کے اصل باشندوں کی زبان میں انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، پرتگالی اور عربی زبانوں کی خاص طور پر ملاوٹ ہے، اور ان میں سے سب سے پہلے داخل ہونے والے الفاظ عربی زبان کے ہیں، جن کی ملاوٹ بارھویں صدی کے آخر میں ہوئی، اس کے یہ معنے ہیں، کہ کولمبس کی دریافت سے دو سو سال قبل امریکہ والوں سے عربوں کا میل جول تھا۔ ماہرین آثار قدیمہ کا بیان ہے، کہ امریکہ میں عربی تہذیب کا اثر کولمبس سے بہت پہلے سے پایا جاتا ہے۔

خود کولمبس کی تحریروں میں ایسے حوالے موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ ابن رشد کی تصنیفات نے اسے ایک مغربی براعظم کا وجود سمجھایا تھا۔ اور الکندی اور اس کی مثل دوسرے جغرافیہ نویسوں کی تصنیفات نے یہ بات ظاہر کر دی تھی، کہ کرۂ ارض کی دوسری جانب بھی زمین ہے، اور یہ الکندی جس کا ذکر ابھی ہم نے کیا ہے، نویں صدی کا عرب جغرافیہ دان ہے، گویا عربی لٹریچر میں امریکہ کا تذکرہ کولمبس سے قریباً پانچ سو سال پہلے سے موجود تھا۔

کولمبس نے اپنا نظریہ ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء میں پیش کیا ہے، لیکن اس سے قریباً ڈیڑھ سو سال پہلے کھلے اور واضح الفاظ میں محمد بن ابو القاسم اصفہانی المتوفی ۷۴۹ھ/۱۳۴۸ء اسے پیش کر چکا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

Digitized by Khilafat Library

"لا امنع ان یکون ما انکشف عنہ الماء من الارض من جھتنا منکشفا من الجھۃ الاخرٰی و اذا لم امنع ان یکون منکشفا من تلک الجھۃ لا امنع ان یکون بہ من الحیوان والنبات والمعادن مثل ما عندنا او من انواع و اجناس اُخرٰی۔"

یعنی بالکل ممکن ہے، کہ زمین کی اس سطح سے دوسری طرف بھی کوئی براعظم ہو، اور ہماری طرح وہاں بھی باشندے آباد ہوں، اور وہاں بھی حیوانات، نباتات، اور جمادات کی مختلف اقسام پائی جائیں۔

جو مصنّف تحقیقات کی کمی یا اپنے طبعی بخل کی وجہ سے کھلے الفاظ میں اس تصدیق کے لئے تیار نہیں ہوتے، کہ عربوں نے امریکہ کو دریافت کیا، وہ بھی کم سے کم اس قدر لکھنے پر مجبور ہو گئے، کہ چودھویں صدی تک عربی جغرافیائی لٹریچر میں وہ تمام مواد جمع کر دیا گیا تھا، جس کی بناء پر نئی دُنیا کی دریافت ہوئی، چنانچہ Geography and میں Legacy of Islam Commerce کا مضمون نگار لکھتا ہے:-

Islamic geographical theory may claim

a share in the discovery of the new world.[۱]

چودھویں صدی کی اہم جغرافیائی تصنیف مشہور سیاح ابن بطوطہ کا سفر نامہ ہے، جس نے اپنے سفر ۷۲۶ھ/۱۳۲۵ء سے جبکہ وہ ابھی صرف اکیس ۲۱ برس کا نوجوان تھا، شروع کئے، اور شمالی افریقہ، مصر فلسطین، عرب، عراق، وسطی روس، قسطنطنیہ سے ہوتا ہوا خراسان اور قندھار کے راستہ ہندوستان آیا، اور یہاں سے سیلون، سماٹرا اور جاوا ہوتا ہوا چین پہونچا، اور پھر بحری راستہ سے طنجہ واپس آگیا۔ ان سفروں نے اس کی زندگی کے چوبیس ۲۴ برس لے لئے، لیکن اس کی سیاحت آشنا طبیعت اُسے کب نچلا بیٹھنے دیتی تھی، اس لئے وہ دوبارہ اندلس کی سیاحت کے لئے نکلا۔ اسی زمانہ میں اس نے وسطی افریقہ کا دورہ کیا، اور اس طرح ۷۷۹ھ/۱۳۷۷ء تک قریبًا ساری پُرانی دنیا کی سیاحت کرنے کے بعد فاس میں وفات پائی۔

Digitized by Khilafat Library

ابن بطوطہ کے سفر نامہ کی حیثیت گو ایک سیاح کے روزنامچہ کی ہے، لیکن چونکہ اُسے دُنیا اور دنیا والوں سے ایک فنی دلچسپی تھی، اس لئے اس میں جغرافیائی معلومات کا وسیع ذخیرہ بھی ملتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ روزمرہ کے تجربات سے جو جغرافیائی معلومات پہلے سے عربوں کو حاصل تھے، اور جن کا ذخیرہ سفینوں سے بڑھکر سینوں میں محفوظ چلا آتا تھا، ان سے قطع نظر کرتے ہوئے علمی حیثیت سے جغرافیائی لٹریچر کی تدوین کا آغاز ظہور قدسی کے بعد قریبًا آٹھویں صدی عیسوی سے ہوا۔ نویں صدی میں ماہرینِ فن اس کی باقاعدہ تدوین و تکمیل میں مصروف ہوگئے۔ دسویں صدی میں جزئیاتِ فن پر سیر حاصل بحثیں کرنے کے لئے مکمل سامان تیار کرلیا گیا، اور نہایت کثرت سے اس فن پر کتابیں تیار کی گئیں۔ بعد کی تین صدیوں میں انفرادی طور پر پہلے معلومات کی روشنی میں بعض بیش بہا جزوی مسائل کا استخراج کیا گیا، توصیفی اور ہیئتی جغرافیہ میں اتحاد قائم ہوا، اور اس طرح ہفت صد سالہ دور گذار کر چودھویں صدی تک پہونچتے پہونچتے اس بے مثل علمی سرمایہ کا جدید

---

[۱] نئی دنیا کے انکشاف میں اسلامیوں کے جغرافیائی نظریہ کو بڑا دخل حاصل ہے۔

سلسلہ ختم ہوگیا۔ اسی ہفت صد سالہ دَور میں مسلمانوں نے اپنی اپج سے فنِ جغرافیہ کا آغاز کیا۔ یونان و اسکندریہ کے علمی زوال کے بعد دیگر علوم و فنون کی طرح جغرافیہ بھی، اگرچہ اس میں ان کی کوششوں کے نتائج بہت محدود تھے، گمنامی اور کس مپرسی میں مبتلا ہوگیا تھا۔ مسلمانوں نے ان قدیم تصنیفات کو قعرِ گمنامی سے نکال کر نہ صرف ان کی حفاظت کے بہترین سامان ترتیب دیئے، بلکہ ان کی شرحیں لکھیں، ان کی غلطیاں نکالیں، اور ان سے بہت آگے ترقی کی۔

جغرافیہ کو یونانیوں نے عملی تحقیق و تجربہ سے معرّا رکھا تھا، اور حکماء گھر بیٹھے بحر و برّ کو ناپا کرتے اور ان کی حدود و مسافت کی تعیین کیا کرتے تھے، لیکن مسلمانوں نے جان لیا، کہ فنِ جغرافیہ کی صحیح تدوین بجز عینی مشاہدات کے ممکن نہیں۔ تب انہوں نے بحر و برّ میں گھوم کر عملی جغرافیہ کا سنگ بنیاد رکھا، اور اپنے عملی تجربات و مشاہدات سے پہلوں کے بیانات کی تصدیق، ترمیم یا تکذیب کی، اور محض تخیّل کے زور سے نظریہ سازی کرنے کے بجائے عملی مشاہدات کی اساس پر اصول کا استخراج کیا، اور اس طرح انہوں نے بقول لیبان وہ درجہ جس سے پہلے بالکل ناآشنا تھے، حاصل کرلیا۔"[1]

Digitized by Khilafat Library

پھر عربوں نے زمین کا محیط اور اس کا قطر دریافت کیا، وحدتِ بحری کے مسئلہ کو پیش کیا، مدّ و جزر کی تحقیق کی، بلادِ بعیدہ کے سفر کئے، نامعلوم حصّوں کو دریافت کر کے ان کے حالات لکھے، حدودِ زمین کی پیمائش کی، سمندروں کی چھان بین کر کے ان کے کونے کونے تلاش کر ڈالے، جغرافیہ کے اس حصّہ کو جس کا تعلق ریاضی سے ہے، مرتب کیا، دنیا کو کمپاس جیسی بیش بہا ایجاد سے روشناس کرایا، سمندروں کی پیمائش کا وسیع سلسلہ شروع کیا، بحری نقشے (Sea charts) تیار کئے، بہت سی زیرِ آب چٹانوں کو معلوم کیا، نقشوں کو صحیح بنیادوں پر قائم کیا، اور چودھویں صدی تک جغرافیائی معلومات کا ایسا عظیم الشان ذخیرہ تیار کر دیا، جس کی روشنی میں بقول Legacy of Islam کے مضمون نگار کے کولمبس ایک نئی دُنیا کی دریافت میں کامیاب ہو سکا۔

[1] تمدّن عرب ص [illegible]

گورو تیغ بہادر صاحب کا قتل

(۲)

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب)

گذشتہ قسط میں ہم گورو تیغ بہادر صاحب کے قتل کے متعلق گیانی گیان سنگھ صاحب کا بیان تواریخ گورو خالصہ اردو کے حوالہ سے درج کر چکے ہیں، تواریخ گورو خالصہ کی تصنیف سے پہلے گیانی صاحب موصوف نے "پنتھ پرکاش" لکھی تھی، اس میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:-

اِت آدک یہ بچن گر کہکر جب سر نیائے دھر یو سیس بچ دھرا پئے دیئے پران اڈائے

پکھ جلاد یسے بھیو کھڑا ہو تو جو پاس تیغ چلائی سر بھیو دھر تے جدا نیاس[۱]

(بسرام ۱۲، صـ ۱۱۹ چھاپہ پتھر)

Digitized by Khilafat Library

یعنی گورو صاحب نے شبد پڑھکر سر نیچا کیا، اور فوراً آپ کی رُوح پرواز کر گئی، جلاّد پاس کھڑا حیران تھا، کہ یہ کیا ماجرا ہے، اس نے مردہ لاش کا تلوار مار کر سر اُتار لیا۔

گیانی گیان سنگھ صاحب سے پہلے ایک سکھ مؤرخ بھائی سنتوکھ سنگھ صاحب اپنی کتاب سورج پرکاش میں، جو انہوں نے ۱۸۴۳ء میں لکھی، گورو صاحب کے قتل کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں، کہ جب اورنگ زیب نے گورو صاحب سے کرامت دکھانے کا مطالبہ کیا، تو گورو صاحب نے جواب میں فرمایا:-

کہو گورو ایہہ تیغ جو ایہہ ہے نَہہ کاغت کو چھید سکے ہے[۲]

یعنی تم تلوار چلاؤ، میرا سر نہیں اُتریگا، یہانتک کہ یہ کاغذ کو بھی نہ پھاڑ سکے گی (یہ کاغذ گورو صاحب

---

[۱] نئے ایڈیشنوں میں سے یہ عبارت نکالدی گئی ہے۔

[۲] راس ۱۲ صفحہ ۴۴۷۲

نے اپنی گردن پر باندھا ہوا تھا)

سورج پرکاش کے مذکورہ بالا بیان سے چونکہ حضرت عالمگیر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی بریت ہوتی تھی۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے، کہ گورو صاحب نے اِسے اپنا معجزہ قرار دیا تھا، کہ تلوار سے میرا سر نہیں اُتریگا، اور حضرت عالمگیرؒ کو چیلنج کیا تھا، کہ تلوار مار کر معجزہ کی آزمائش کر لو، اب ایسی صورت میں اگر یہ مانا جائے، کہ آپ نے جلاد کو تلوار چلانے کا حکم دیا، تو اس میں ان کا کیا قصور؟ پس چونکہ اس سے اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی بےقصوری ظاہر ہوتی تھی، اس لئے گیانی گیان سنگھ نے اس واقعہ کا یہ حصہ چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد کا قصہ جس میں لکھا تھا، کہ گورو صاحب کے معجزہ کی برکت سے تلوار چلانے سے پہلے ہی سر اُتر گیا، نقل کر دیا، اور یہیں پر بس نہیں کی، بلکہ "پنتھ پرکاش" کے نئے ایڈیشنوں میں دونوں واقعات کو حذف کر دیا، اور تواریخ گورو خالصہ میں یہ لکھدیا، کہ گویا گورو صاحب کا سر جلاد نے تلوار مار کر تن سے جُدا کیا۔

Digitized by Khilafat Library

گیانی گیان سنگھ سے پہلے مسٹر کننگھم صاحب نے بھی اپنی کتاب "ہسٹری آف دی سکھز" کے صفحہ ۶۶ و ۶۷ میں اس واقعہ پر روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتے ہیں :-

"(گورو) تیغ بہادر (صاحب) نے اپنے باپ کی مثال کی پیروی کرتے ہوئے اُس سے بھی بڑھ چڑھ کر اقدامات اختیار کر کے ہانسی اور ستلج کے درمیان ایک بنجر زمین کو اپنی جائے رہائش اختیار کر کے اس نے اپنا اور اپنے متبعین کا لوٹ مار پر گزارا کرنا شروع کیا، اور اس بات نے اس کو دہقانوں کے اندر غیر ہر دلعزیز نہ بنایا، اور یہ معتبر روایت سے بیان کیا جاتا ہے، کہ اس نے حافظ آدم کے ساتھ سازباز کر کے مالدار ہندوؤں پر ٹیکس لگائے، اور مسلمان ساتھی نے مسلمانوں پر لگائے، جو لوگ بھاگ کر ان کے پاس آتے تھے، ان کو پناہ دی جاتی تھی، اور اس طرح ان کی طاقت ملک کے امن کے لئے خطرہ کا باعث ہوتی، نتیجہ یہ ہوا، کہ شاہی فوجوں کو حرکت میں آنا پڑا، آخر ان دونوں کو شکست ہوئی، اور وہ قیدی بنائے گئے...... روایت بیان کرتی ہے، کہ اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا، نیم بےعزتی کے طریقہ پر اور نیم شبہ کے طور پر اُسے کہا، کہ تم اپنے الٰہی مشن کے متعلق معجزہ دکھاؤ، گورو تیغ بہادر

صاحب نے جواب دیا، کہ بندہ کا کام تو صرف دعا کرنا ہے، ہاں مَیں ایک بات کرنے کو تیار ہوں، مَیں ایک تعویذ لکھتا ہوں، اور جس شخص کی گردن میں اُسے باندھ دیا جائے، اس پر تلوار اثر نہ کرے گی، چنانچہ گورو صاحب نے یہ تعویذ اپنی گردن پر ہی باندھ لیا، اور پھر جلّاد کے آگے اپنا سر جھکا دیا، جب سر پر تلوار کی ضرب لگی، تو وہ تن سے جدا ہو گیا، جس سے وہ سب درباری جن پر توہمات کا اثر تھا، حیران رہ گئے۔"[۱]

مسٹر کننگھم سے پہلے لالہ سوہن لال کی کتاب "عمدۃ التواریخ" ہے، جو ۱۸۱۲ء سے ۱۸۵۲ء تک لکھی گئی، اس میں گورو تیغ بہادر صاحب کے واقعۂ قتل کے متعلق لکھا ہے، کہ گورو صاحب نے ہزارہا سپاہیوں کے ساتھ مالوہ کے علاقہ میں قیام کیا ہوا تھا، اور جو کوئی حکومت کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار کرتا تھا، وہ آپ کے ہاں پناہ گزین ہو جاتا تھا، حضرت اورنگ زیبؒ کے پاس یہ اطلاع پہونچی، تو آپ نے گورو صاحب کو دہلی میں بُلا بھیجا، چنانچہ گورو صاحب دہلی تشریف لے گئے. . . ."بادشاہ کے آدمی کرامات اور معجزہ دیکھنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان کے اصرار پر گورو صاحب نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا، کہ ایک رقعہ اپنے دستخط سے لکھکر میں تمہارے سپرد کرتا ہوں، جس شخص کی گردن پر یہ رقعہ باندھا جائے، اور وہ لڑائی میں جائے، اُسے تیر و تفنگ کا زخم نہ لگیگا۔ اس امر کی آزمائش کے لئے پہلے مَیں خود اپنی گردن پر اسے باندھتا ہوں، چاہیئے کہ کوئی سپاہی جو لڑائیاں لڑنے والا ہو، تلوار کی ضرب لگائے، اس سے جھوٹ اور سچ ظاہر ہو جائے گا، گورو صاحب نے اس رقعہ کو اپنی گردن پر باندھکر فرمایا، کہ اب وقت ہے، بے خوف ہو کر کاری زخم لگاؤ، تلوار کی ضرب لگنے کے ساتھ ہی گورو صاحب کا سر تن سے جُدا ہو گیا۔"[۲]

مسٹر کننگھم اور لالہ سوہن لال نے واقعۂ قتل میں یہ ہرگز ذکر نہیں کیا، کہ گورو صاحب کو اسلام کی دعوت دی گئی، اور جب انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا، تو انہیں قتل کر دیا گیا۔

اس وقت تک جتنے مورخین کے بیانات درج کئے گئے ہیں، انہوں نے گورو صاحب کا قاتل شاہی جلّاد بتایا ہے، مگر جب ہم سب سے پُرانی سکھ تاریخوں پر نظر ڈالتے ہیں، تو ہم کو معلوم ہوتا ہے،

[۱] ترجمہ از انگریزی۔ [۲] عمدۃ التواریخ دفتر اول صفحہ ۰ ترجمہ از فارسی۔

کہ گورو صاحب کا قاتل ایک سکھ مرید تھا، چنانچہ اس کے ثبوت میں مندرجہ ذیل حوالجات سکھوں کی معتبر تاریخوں سے پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلی شہادت سب سے پہلے ہم "گور بلاس پادشاہی چھ" کو لیتے ہیں، یہ کتاب سری گورو ہرگوبند صاحب کی، جو سکھوں کے چھٹے گورو ہیں، مکمل سوانح عمری ہے، اِس کے شروع میں لکھا ہے، کہ یہ کتھا گورو گوبند سنگھ صاحب نے اپنے رفیق بھائی دیاسنگھ جی کو سُنائی، اور دیاسنگھ صاحب نے بھائی منی سنگھ صاحب کو، اور بھائی منی سنگھ صاحب نے بھائی بھگت سنگھ صاحب کو سُنائی، پھر سمت ۱۷۷۵ بکرمی مطابق ۱۷۱۸ء میں بھائی موہنا جی نے اسے شعروں میں لکھا۔ اس سے ظاہر ہے، کہ اس کتاب کی سند گورو گوبند سنگھ صاحب تک جو گورو تیغ بہادر صاحب کے صاحبزادے تھے پہونچتی ہے۔ اس کتاب کو اگر سکھوں کی سب سے پہلی تاریخ کہا جائے، تو بجا ہوگا، اس میں گورو تیغ بہادر صاحب کے قتل کے متعلق لکھا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library

ایہہ بدھ من میں بیونت بنائے تیغ بہادر دھلی آئے
پانچ سکھ کو ساتھ لے جاوے اورنگ زیب کے نکٹ سدھاوے

. . . .

دھرم ہیت سروین جب تیغ بہادر آئے
چغلی کھاوے شاہ پہ رام رائے پُن جائے

—— چوپئی ——

سُنو شاہ ایسے سُن پائیو تیغ بہادر ایہہ ٹھاں آئیو
تاہے بلائے لیہو کرامات ایہہ اب گور ہویو بِکھیات
سری گور کو تب سوؤ بلاوے اورنگ زیب ایہہ بات چلاوے
شاہ تُمھے مانگے کرامات صاحب گریہہ گور کہے اس بات
بندی خانے پائے ہے گور کو تب پاتشاہ

پانچ سکھ کو ساتھ ہی پاوے قیدی ماہ

Digitized by Khilafat Library

تب سنگ بچھن کو اِم کہو جاوؤ تم جت اِچھا چھو
تیہے سکھ وہ بچن اُچا رے پکڑے ترک ہمیں اب مارے

(دوہرا)

تب ست گور ایسے کہے ترک نہ دیکھیں کوئے
جاوؤ جہے اِچھا تہیں رچھا تری ہوئے

(چوپٹی)

چار سکھ تب ترت سدھاوے ایک سکھ تہہ ہی ٹھہراوے
تاں کے کہے نہ جاوے سوئے رہے نکٹ گور اک چت ہوئے

. . . .

جب ایہہ پربھ نے بچن سنائے تب گور سکھ کو ایس الائے
جب ہوں آپن نواون سیس مار دتیغ نہ دھرو کیس
تیہے سکھ دَے بچن اُچارے گور کے ہتے پاپ ہوئے بھارے
تب گور کہو پاپ نہ کوئی ہمرے نکٹ داس تو ہے ہوئی

. . . .

ایہہ بھاکھ گور سیس نوائے سُن بدھیا سِکھ تیغ چلائے

(گور بلاس پادشاہی چھ ادھیائے ۸ صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ دبیر ہند پریس)

یعنی دل میں ارادہ کرکے اور اپنے پانچ ساتھیوں کو لیکر گورو تیغ بہادر صاحب خود بخود دہلی میں اورنگ زیب کے پاس تشریف لائے، بادشاہ کے پاس رام رائے (جو گورو صاحب کا قریبی رشتہ دار اور آپ کا مخالف تھا) نے چغلی کھائی، کہ گورو تیغ بہادر صاحب جو اب گدی نشین ہیں، اِس جگہ آئے

ہوئے ہیں، آپ بُلا کر اُن سے کرامت طلب فرمائیں،" اس پر اورنگ زیب نے گورو صاحب سے کرامت مانگی، جس کا گورو صاحب کی طرف سے انکار ہوُا، تو آپ کو ساتھیوں سمیت نظر بند کر دیا گیا، تب گورو صاحب نے اپنے ساتھی پانچ سکھ مریدوں کو کہا، کہ تم جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ،" انہوں نے جواب دیا، کہ مسلمان ہم کو پکڑ لیں گے، اور مار ڈالیں گے،" تب گورو صاحب نے فرمایا، کہ مسلمان تم کو نہ دیکھیں گے، جہاں تمہاری خواہش ہو، چلے جاؤ، تمہاری حفاظت ہوگی، چار سکھ تو فوراً ہی روانہ ہو گئے، اور ایک آپ کے پاس رہا. . . . . جب یہ بچن گورو صاحب سُنا چکے، تو آپ نے ایک سکھ مرید کو کہا، کہ جب مَیں اپنا سر نیچا کرونگا، بلا خوف وخطر تلوار چلا کر میرا سر تن سے جدا کر دینا، اس پر اس سکھ نے عرض کی، کہ مہاراج گورو کو مارنے اور ہتّیا کرنے سے بہت پاپ ہوگا۔ گورو صاحب نے کہا، تم کو کوئی گناہ نہیں، بلکہ مرنیکے بعد تیرا قیام میرے پاس ہوگا، یہ کہکر گورو صاحب نے اپنا سر نیچا کیا، اور اس سکھ نے تلوار چلا کر آپ کا سر تن سے جُدا کر دیا۔

Digitized by Khilafat Library

گور بلاس میں تصویر بھی درج ہے، جس میں دکھایا گیا ہے، کہ گورو صاحب کا مُرید آپ کے حکم کے مطابق تلوار کے ساتھ سر تن سے جدا کر رہا ہے۔ وہ تصویر یہ ہے:-

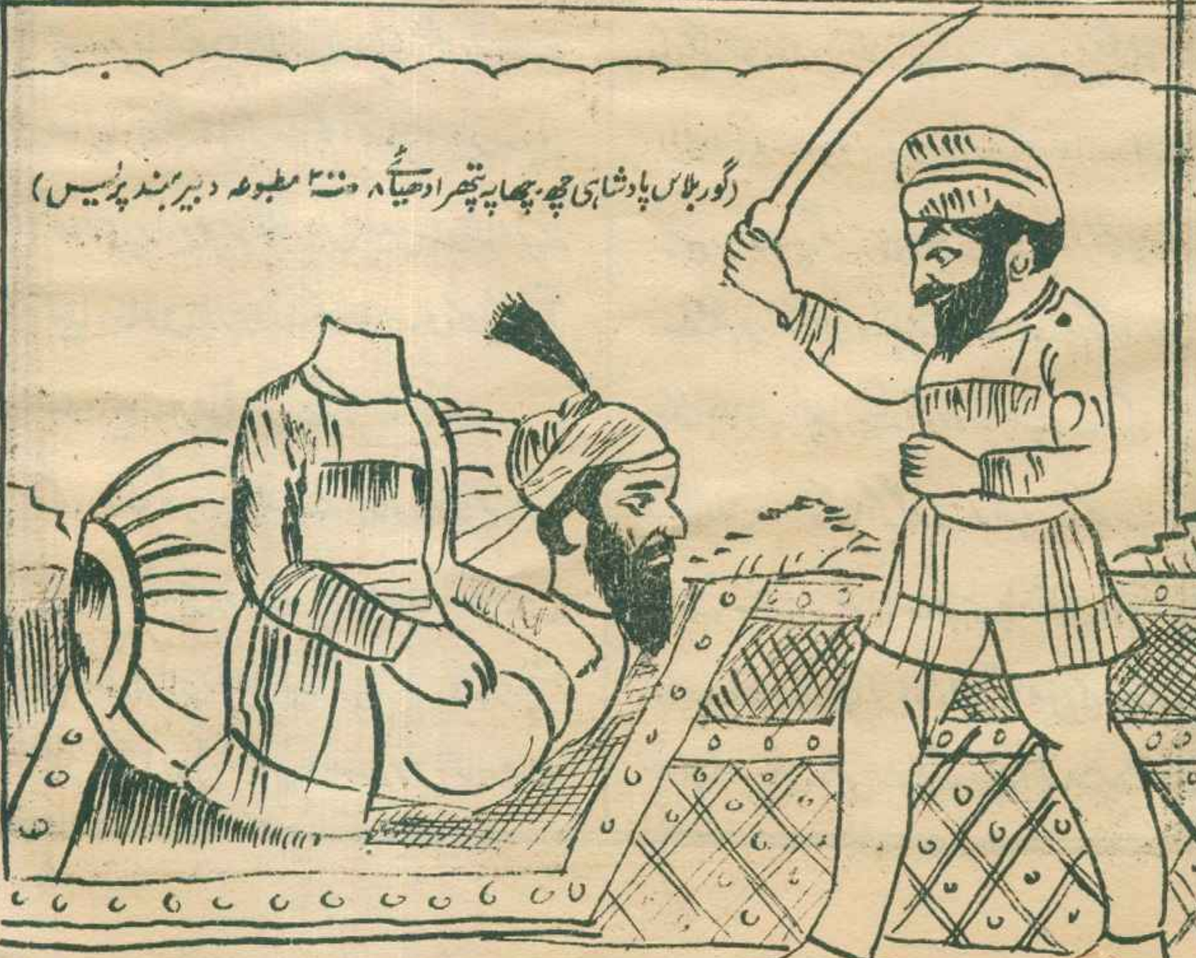

(گور بلاس پادشاہی چھ، چھاپہ پتھر ادھیائے ۸، صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ دبیر ہند پریس)

دوسری شہادت | بھائی منی سنگھ صاحب کی شخصیت سکھوں میں تعارف کی محتاج نہیں ہے، آپ گورو گوبند سنگھ صاحب کے صحابی اور گرنتھ صاحب کے کاتب تھے، آپ کو سکھ پنتھ میں زندہ شہید کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ آپ نے "بھائی گورداس کی گیارھویں وار" کا ترجمہ کیا ہے، جس میں بھگتوں کی سوانح عمریاں لکھی ہیں، یہ کتاب "بھگت رتناولی" کے نام سے مشہور ہے، اس میں بھائی صاحب نے سری گورو تیغ بہادر صاحب کا قتل ایک سکھ کے ہاتھ سے ہونا بیان کیا ہے، چنانچہ لکھا ہے:۔

تاں صاحب جائے دہلی پراپت ہوئے تاں بادشاہ نوں خبر ہوئی، تاں صاحب بچن کیتا ابیں تساڈے پاس آئے ہاں۔ . . . تاں بادشاہ پوچھیا جو تساں تیغ بہادر ناؤں رکھایا ہے کس جگہ تیغ بہادری کیتی ہے۔ بچن ہویا تیغ بہادر پرگٹ ہویا ہے ایسی تیغ بہادری دکھلاونگا جو گئو براہمن دا کشٹ دور کرے گا تیرے نیائے دی جگہ رولا ورتاونگا۔ تیرے صوفیاء کی جگہ عملی کرے گا۔ تساڈی دین رُوپی گھوڑی پر زین پاونگا۔ اس سمیں بادشاہ نے کہیا اینا نوں بند حوالے کرو۔ اساں کائی کرامات دکھاویگا تاں چھڈاں گے۔ . . . . . .
گورو کے گھر سب کچھ ہے ایناں ٹھکا چھکا کے پہلی بادشاہی توں راج لیا ہے۔ تے سیس دے کر ایناں نوں پھیر لینا ہے۔ فیر اک راجپوت نوں آگیا ہوئی، توُں اساں نوں تلوار چلاؤ

یعنی گورو صاحب دہلی پہونچے، بادشاہ کو خبر ہوئی، گورو صاحب نے کہا، کہ ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ . . . . بادشاہ نے دریافت کیا، کہ آپنے اپنا نام تیغ بہادر رکھوایا ہے، تیغ بہادری کہاں دکھائی ہے، گورو صاحب نے جواب دیا، کہ تیغ بہادر ظاہر ہوا ہے، ایسی تیغ بہادری دکھلاؤنگا کہ گئو براہمن کا دُکھ دُور کرونگا، تیرے انصاف کی جگہ شور ڈالوں گا، تیرے صوفیوں کی جگہ عملی (افیون کھانے والے) پیدا کرونگا، تمہارے دین یعنی اسلام پر گھوڑی کی طرح زین ڈالونگا۔ بادشاہ نے حکم دیا، کہ ان کو نظربند کردو، جب ہم کو کرامات دکھائیگا، تب چھوڑینگے، گورو صاحب نے ایک سکھ راجپوت کو کہا، کہ گورو کے گھر سب کچھ ہے، انہوں نے (یعنی مغلوں نے) پہلی بادشاہی (بابا نانک صاحب) کو بھنگ پلاکر بادشاہی حاصل کی ہے، ہم اپنا سر دیکر واپس لے لینگے، پھر ایک راجپوت سکھ

تاں اس چلائی تاں صاحب دا سر دھڑ تھیں جدا ہو گیا۔ (بھگت رتناولی صـ۲۱۹)	کو حکم دیا، کہ ہم پر تلوار چلاؤ، تب اس سکھ نے تلوار چلائی، گورو تیغ بہادر صاحب کا سر تن سے جدا ہو گیا۔

تیسری شہادت | بابا سروپ چند کی ہے، جن کی کتاب "مہماں پرکاش" کا قلمی نسخہ پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے، سکھ مصنّف بھائی ویر سنگھ صاحب نے اس کی تصنیف کا سمت ۱۸۳۳ بکرمی بتایا ہے، گویا اس کی تالیف کا زمانہ گورو گوبند سنگھ صاحب کے بعد قریبی ہے، اس میں گورو تیغ بہادر صاحب کے قتل کا ذکر اس طرح لکھا ہے۔

مُشت بھانگ پر دینا را جا ۔۔۔ دے سیس لیہہ نج بچن سما جا
دھرم ہیت سیس اب دیجئے ۔۔۔ جنجو تلک جوگت رکھ لیجئے
اک راجپوت لیا بُلائے ۔۔۔ جو کی موہرے سیوک کے بھائے
کر بچن پر یودھ دیال تس بھاکھا ۔۔۔ یہ تلوار جو تم ہتھ راکھا
یہ بھلی بھگوتی تیچھن دھارا ۔۔۔ اک دھرم کاج تم کرو ہمارا
ہم دھرم ہیت تن تیاگن چہا ۔۔۔ نج سیوک جان تو سو میں کہا

سن تا کے سنکا بڈی سر نہ سکے گور کاج
کرپا درشٹ تا پر کر تیو بھیا ہردے گیان سماج

تب من موکئیو بچارا ۔۔۔ گور رب بدھ کرن کراون ہارا
گور بچن چلی کھنڈ کی دھارا ۔۔۔ کر بچن سیس بھیا تن سو نیارا
یہ دھرم ہیت پر بھ ساکا کینا ۔۔۔ سیس دیا پر سرر نہ دینا

(مہماں پرکاش صفحہ ۳۰۰ قلمی)

یعنی گورو صاحب نے فرمایا، بھنگ کی مُٹھی پر اِن (مغلوں) کو ہم نے راج دیا ہے، اب اپنا سر دیکر واپس لے لیں گے، اور تلک زنّار کی حفاظت کرینگے، پھر ایک راجپوت مرید کو بُلایا، اور مہربان گورو

نے اُسے کہا، یہ تلوار جو تمہارے ہاتھ میں ہے، جس کی دھار بہت تیز ہے، اس سے ایک دھرم کا کام کرو، ہم دھرم کے لئے جان دینا چاہتے ہیں، گورو کے کہنے پر اس نے تلوار کی دھار سے آپ کا سر تن سے جدا کردیا، یہ سب کچھ گورو نے دھرم کے لئے کیا۔

چوتھی شہادت | بھائی سکھا سنگھ صاحب کی ہے، آپ گورو گوبند سنگھ صاحب کے قریباً ساٹھ برس بعد ہوئے، آپ آنند پور کے رہنے والے تھے اور گوردوارہ کیس گڑھ کے سیوا دار تھے، آپ نے گوربلاس پادشاہی دس تصنیف کی، چونکہ آپ گورو گوبند سنگھ صاحب کے بعد قریب کے زمانہ میں ہوئے ہیں، اس لئے آپ کو معتبر ذرائع سے گورو نبد سنگھ صاحب اور ان کے خاندان کے حالات پہونچے، آپ گورو تیغ بہادر صاحب کے قتل کے متعلق لکھتے ہیں، کہ ایک سکھ نے گورو صاحب کے ارشاد کے مطابق آپ کو قتل کیا تھا، چنانچہ لکھا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library

بہادر سو تیغ ۔ نج مان بیگ
بہو جھکے آن ۔ پربھ اک نہ مان
اک دینا ناتھ ۔ کہی سکھ گاتھ
جپ پڑھ پر بین ۔ بھئے دھیان لین
سکھ کھڑگ کاڈھ ۔ کرچر تر گاڈھ
تب اُڈا سیس ۔ بھیو لوپ ایس

(گوربلاس پادشاہی دس ادھیائے ۵ صفحہ ۸۹)

یعنی گورو تیغ بہادر صاحب نے اپنے سکھ کو کہا، کہ میرا بچن مان لو، جب آپ جپ جی صاحب پڑھکر سجدہ میں گئے، تو سکھ نے تلوار نکال کر چلادی، اور آپ کا سر تن سے جدا ہو گیا۔

پانچویں شہادت | ایک ہندو مورخ پنڈت شردھا رام کی ہے، جس نے ۱۸۶۶ء میں حسب فرمائش مسٹر میکلوڈ صاحب لیفٹننٹ گورنر پنجاب کتاب "سکھاں دے راج دی وِتھیا" تصنیف کی، اس کے صفحہ۱۸ میں بھی یہی لکھا ہے، کہ گورو تیغ بہادر صاحب کو انکے کہنے کے مطابق ایک سکھ نے تلوار سے قتل کیا۔

مندرجہ بالا مضمون میں دو طرح کی شہادتیں پیش کی گئی ہیں، گو دونوں میں تضاد ضرور ہے لیکن پھر بھی دونوں شہادتوں سے عالمگیر اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کا دامن پاک ثابت ہے، اگر پہلی قسم کی شہادتوں کو درست تسلیم کیا جائے تو ان سے ثابت ہے، کہ گورو صاحب نے مالوہ کے علاقہ میں ایسی کارروائیاں کیں، جو حکومت کی نظر میں پسندیدہ نہ تھیں، اس وجہ سے آپ کو دہلی بلایا گیا، وہاں کرامت طلب کئے جانے پر آپ نے ارشاد فرمایا، کہ یہ تعویذ جس گردن پر باندھا جائے، اس پر تلوار کا اثر نہ ہوگا اور آزمائش کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن نتیجہ برعکس برآمد ہوا، یعنی تلوار لگنے سے آپ کا سر کٹ گیا، ظاہر ہے، کہ اورنگ زیبؒ کا اس میں کوئی قصور نہ تھا۔ ان روایات میں نہ آپ کو مسلمان بنانے کی کوشش کا کوئی ذکر ہے، اور نہ کشمیر کے پنڈتوں کو مسلمان بنانیکا کوئی تذکرہ۔

اور اگر دوسری قسم کی شہادتوں کو لیا جائے، جو سکھوں کی پرانی اور مستند تاریخوں سے ہم نے ابھی درج کی ہیں، تو ان سے بھی حضرت اورنگ زیبؒ بری ثابت ہوتے ہیں، کیونکہ ان میں لکھا ہے، کہ گورو مہاراج نے اپنے ایک سکھ مرید کو تلوار چلانے کا حکم دیا، جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے، کہ گورو صاحب نے یہ اقدام حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے اختیار کیا، اور وہ پیشگوئی یہ ہے، کہ جب باباصاحبؒ نے تیمور سے سات مٹھیاں بھنگ کی لیکر اسے سات پشت تک حکومت کرنے کی دعا دی تو بالا جی نے، جو پاس بیٹھے تھے، عرض کی، کہ مہاراج! ہم کیا کرینگے؟ تب باباصاحب نے جواب دیا، کہ ہم سات سَر دے کر مغلوں سے بادشاہی واپس لے لیں گے (گور بلاس پادشاہی چھ) اور گورو تیغ بہادر صاحب اپنا سر دیکر اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے دہلی گئے، اور اپنے ایک سکھ مرید سے تلوار چلوا کر پیشگوئی کو پورا کیا۔ ہم اس وقت باباصاحب کی پیشگوئی کی حقیقت پر بحث نہیں کرینگے، لیکن یہ بات معتبر حوالجات سے صاف ثابت ہے، کہ گورو صاحب کا اس پیشگوئی کی سچائی پر ایمان تھا، اور اسے پورا کرنے کے لئے آپ نے اپنا سر دیا، کیونکہ آپ یہ سمجھتے تھے، کہ پیشگوئی اسی طرح پوری ہوگی، کہ میں اپنا سر قربان کردوں، خواہ اس قربانی کا طریقہ کچھ ہی ہو، یعنی کوئی مخالف آپ کا سر لے، یا آپ اپنے ایک مرید کو کہکر اپنا سر قلم کرائیں؛

Digitized by Khilafat Library

نئی کتابیں

ویدوں میں احمدؐ اور قادیان

یہ مولوی ناصرالدین عبداللہ صاحب مولوی فاضل، کاویہ تیرتھ۔ وید بھوشن پروفیسر جامعہ احمدیہ اور پنڈت ترلوک چند صاحب شاستری کا دلچسپ مناظرہ ہے، مولوی ناصرالدین عبداللہ صاحب نے اتھروید سے ایک رشی کی پیشگوئی ثابت کی ہے، جس کا نام احمد اور مقام قدون یعنی قادیان بتایا گیا ہے۔ پنڈت ترلوک چند صاحب نے اس کی تردید کی ہے۔ یہ مناظرہ تحریری ہوا تھا، بعد میں ہر دو فاضل مناظروں نے اپنے اپنے پرچے قادیان کی ہندو مسلم پبلک کے سامنے پڑھکر سُنائے تھے، اب یہ پرچے مکتبہ احمدیہ قادیان کی طرف سے شائع کر دیئے گئے ہیں۔ بحث نہایت دلچسپ اور علمی ہے۔ کتاب کے ابتدا میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کا، جو مناظرہ کے صدر تھے، دیباچہ بھی ہے، اس کی عام اشاعت ہونی چاہیئے، تا ہندو اصحاب کو سلسلہ کی طرف توجہ پیدا ہو، ایک نسخہ کی قیمت دو آنے، پچیس کی قیمت تین روپے، پچاس کی پانچ روپے، اور سَو کی نَو روپے ہے۔ مکتبہ احمدیہ قادیان سے طلب فرمائیں۔

فضلِ عمرؓ

یہ کتاب جو انگریزی میں ہے، اور ۲۰×۳۰ سائز کے ۴۳۲ صفحات پر مشتمل ہے، محترم صوفی عبدالقدیر صاحب نیازؔ بی۔اے ایڈیٹر رسالہ ریویوؔ انگریزی نے تالیف کی، اور خلافت جوبلی کے موقعہ پر میسرز سلطان برادرز قادیان نے شائع کی ہے۔ اس میں سیّدنا حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی زندگی کے واقعات نہایت دلچسپ رنگ میں بیان کئے گئے ہیں، کتاب کا خاص موضوع حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ کی خلافت ہے، اس کا پسِ منظر دکھانے کے لئے اوّل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندانی حالات مختصراً بیان کئے گئے ہیں، پھر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بشارات میں سے بالخصوص ان بشارتوں کا ذکر ہے، جو سیّدنا حضرت امیرالمؤمنین کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں، پھر یہ دکھایا ہے، کہ یہ بشارات کیونکر پوری ہوئیں، حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی وفات کے بعد مسئلہ خلافت پر جماعت احمدیہ کے اختلاف کی تاریخ پر مفصّل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے، کہ کس طرح خدا تعالےٰ نے حضرت خلیفۂ ثانی ایدہ اللہ کو جماعت کی قیادت کے لئے چُنا، اور تمام جماعت کے قلوب کو آپ کی طرف پھیر دیا، مخالفین کی معاندانہ کارروائیوں

کا ذکر بھی ہے، اور ان کی ناکامی کا نقشہ بھی کھینچا گیا ہے، ان تمام حالات کو پڑھکر سلسلہ کی تاریخ کے اِس اہم واقعہ کا صحیح علم ہوجاتا ہے، گو اُردو میں اس سے قبل بہت سا لٹریچر اس موضوع پر موجود ہے، مگر انگریزی میں بہت کم تھا، یہ کتاب اس میں قابلِ قدر اضافہ ہے، انگریزی دان اصحاب کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ کتاب کے آخری حصہ میں حضرت امیر المؤمنین کے عہد خلافت میں جماعت احمدیہ کی ہر قسم کی ترقی اور تبلیغی کوششوں کی تفصیل بھی درج ہے، مختلف مشنوں کے حالات بھی لکھے گئے ہیں، اور سب سے آخر میں آپ کے ذاتی اوصاف و کمالات کا بیان ہے، کتاب کی ایک خوبی یہ ہے، کہ زبان بہت اچھی ہے۔ کاغذ اعلیٰ ہے اور طباعت بھی عمدہ ہے۔ قیمت عمر ہے۔

خطبات النکاح

ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر نے ایک اور کارِ نمایاں کیا ہے، کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے فرمودہ خطبات نکاح دو جلدوں میں شائع کردیئے ہیں۔ خطبات کے نفس مضمون کے متعلق تو حضور کا نامِ نامی کافی ضمانت ہے۔ سب جانتے اور مانتے ہیں، کہ حضور جس مضمون کے متعلق بھی کچھ فرماتے ہیں، انتہاء و کمال تک پہونچاتے ہیں۔ پس یہ مجموعہ بھی ازدواج کے متعلق ہر قسم کی واقفیت پر مشتمل ہے۔ علم و عرفان کا خزینہ حقائق و معارف کا گنجینہ سستے داموں میں ملتا ہے، چاہیئے کہ احبابِ جماعت اسے خرید کر مرتّب کا حوصلہ بڑھائیں، اور خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھائیں۔ کاغذ نہایت نفیس، کتابت طباعت قابل قدر، حصہ اوّل میں ۱ تا ۶۹ خطبات ہیں صفحات ۳۰۸ اور دوسرے میں ۷۰ تا ۱۵۱ صفحات ۳۰۴ قیمت فی حصہ دس آنے۔ ملنے کا پتہ:۔ مینجر احمدیہ کتابستان قادیان۔

Digitized by Khilafat Library

خلافتِ حقّہ

فاضل حقائق آگاہ مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب ادام اللہ فیضہ وظلہ مفتی سلسلہ احمدیہ و سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ نے یہ رسالہ لکھا اور شائع فرمایا ہے۔ اس میں دو مسائل پر کتاب و سنّت سے دلائل دیئے گئے ہیں (۱) خلیفے خدا ہی بناتا ہے (۲) عزلِ خلفاء نہیں ہوسکتا۔ مولانا موصوف کی وسعتِ نظر اور علمی تبحّر کا ایک زمانہ قائل ہے۔ تمام علم دوست احباب کو چاہیئے، کہ وہ اس رسالہ کا مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی دکھائیں۔ اعتراضات جو کئے جاتے ہیں اُن کے جواب بھی درج ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

وصیتیں

نمبر ۵۵۲۱ :۔ منکہ سید غلام مصطفےٰ ولد سید خلافت حسین صاحب قوم سید پیشہ زمینداری و تجارت عمر تخمیناً ۳۲ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۲۵ء ساکن موضع اورین ڈاکخانہ کجرا ضلع مونگھیر صوبہ بہار بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۰/۱/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری جائداد اسوقت حسب ذیل ہے ۱۔ (الف) حقیت ملکیت چند توذیعات مع اراضیات بکاشت وحقیت جوٹ ہائے رعیت خاص باحق مقابضت قابل الانتقال وحقیت ملکیت مع اراضی بکاشت رعیتی رہن باقبضہ واقع چند مواضعات در دن پرگنہ ہائے سورج گڑھ و سنگھول ضلع مونگھیر جو خاص قبضہ و دخل میں منمقر کے ہے جس کی مالیت بحالتِ موجودہ مبلغ -/۴۶۰۰ روپے تخمینہ ہے (ب) کاروبار تجارت میڈیکل ڈسپنسری موسومہ آئیڈیل فارمیسی واقع سٹیشن روڈ شہر مظفرپور کے جس میں نصف حصہ منمقر کا بشرکت ڈاکٹر سید منصور احمد صاحب احمدی برادر عموی کے ہے۔ دبحالت موجودہ مالیت کاروبار تجارت مذکور حصہ نصف منمقر کی تخمیناً -/۴۰۰۰ روپیہ ہے۔ حسب صراحت بالا جملہ مالیت منمقر کی جائیداد تخمیناً مبلغ -/۸۶۰۰ روپیہ ہوتی ہے۔ اور منمقر کے ذمہ زوجہ منمقر بی بی رضیہ بیگم دختر سید وزارت حسین صاحب احمدی کہ وہ احمدی نہیں مبلغ پانچہزار روپیہ دین مہر واجب الادا الثقا کے منجملہ اسکے -/۱۹۰۰ روپیہ میں ادا کر چکا ہوں ، اور مبلغ -/۳۱۰۰ منمقر کے ذمہ ہنوز واجب الادا ہے اگر میں اس رقم کو اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکوں تو بقیہ دین مہر مذکور میری جائیداد سے ادا کی جائے ۔ میرا گذارہ صرف جائیداد مذکورہ بالا پر نہیں ہے، بلکہ منمقر کو کاروبار تجارتی مشترکہ سے مبلغ پچاس روپے ماہوار بطور الاؤنس کے ملتا ہے۔ میں تازیست و تا رہنے اس الاؤنس کے یا جو بھی دیگر صورت آمد سوائے جائیداد کے ہوگی ۔ اس آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا ۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں ۔ کہ میری خالص جائیداد بعد وضع دین مہر و دیگر قرض کے جو بوقت وفات ثابت و قائم ہو ۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں تو اسی قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا ۔ دین مہر ادا ہو کر یا جدید جائیداد حاصل ہو کر یا دیگر کسی صورت سے جو کچھ بھی کمی و بیشی مالیت میں جائیداد کے ہوگی ۔ اس کی اطلاع حسب موقع منمقر صدر انجمن احمدیہ قادیان میں دیتے رہنے کی حتی الوسع کوشش کریگا ۔ العبد موصی :۔ سید غلام مصطفےٰ احمدی ۔ گواہ شد :۔ سید منصور احمد ۔ گواہ شد :۔ سید وزارت حسین پراونشل نائب امیر جماعتہائے احمدیہ صوبہ بہار ۔

نمبر ۵۵۶۵ :۔ منکہ عبدالرحمٰن خاں ولد ریاضت خاں قوم پٹھان پیشہ ملازمت عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت ۲۹/۹ ، بنیاد ڈٹ ڈاکخانہ برہمن بڑیہ ضلع ٹپرہ صوبہ بنگال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶/۲/۴۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میرا گذارہ اس وقت ملازمت پر ہے، جسکی تنخواہ ماہوار ابھی -/۳۰ روپے ہے، جسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور آئندہ اقرار کرتا ہوں، کہ میری جس قدر ماہوار آمد ہوگی اسکا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ ادا کرتا رہونگا اور میرے مرنیکے بعد جسقدر جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ثابت ہو۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ عبدالرحمن خاں حال قادیان۔ گواہ شد:۔ پیر منظور محمد نقلم خود قادیان۔ گواہ شد:۔ سید اعجاز احمد مولوی فاضل باب الانوار قادیان۔

نمبر ۵۵۶۲:۔ منکہ میر محمد ولد مراد علی مرحوم قوم ککے زئی پٹھان پیشہ زراعت عمر ۱۷ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۲۴ء ساکن نوشہرہ ککے زئیاں ڈاکخانہ نوشہرہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۲ ہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) اراضی ملکیت خود بیس بیگھہ ایک کنال قیمتی تین ہزار (۳۰۰۰) (۲) اراضی مرہونہ ۳ مرلہ بیگھہ قیمتی ایکہزار (۱۰۰۰) (۳) مکان سکونتی قیمتی ایکہزار دو سو (۱۲۰۰) (۴) ظروف مسی و تانبہ قیمتی پچاس روپیہ (۵۰ روپے) (۵) نقد بنک میں ۴/۱۴/۱۶/۱۴۱۴ روپے میزان کل جائیداد متذکرہ بالا پانچہزار چھ سو چھیاسٹھ روپے چودہ آنے چھ پائی۔ میں اپنی اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ جو رقم میں اپنی زندگی میں وصیت کی مد میں داخل کرونگا۔ اس سے منہا کی جائیگی باقی کے واسطے میں خود ہی اپنی زندگی میں ادا کرنے کی کوشش کرونگا، یا میرے بعد میرے وارثان وصیت کو ادا کرنے کی پابند ہونگی۔ کمی و بیشی کے متعلق اطلاع دی جائیگی۔ میں اب ملازمت سے علیحدہ ہو چکا ہوں۔ میری وفات پر جس قدر جائیداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ میر محمد ککے زئی پٹھان گواہ شد:۔ محمد لطیف ولد محمد حسین قوم جٹ باجوہ تلونڈی عنایت خاں ڈاکخانہ پسرور ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد:۔ غلام نبی ساکن نوشہرہ۔ گواہ شد:۔ اللہ رکھا ولد امیر ساکن نوشہرہ۔

نمبر ۵۵۶۳:۔ منکہ محمد عبد الصمد ولد ایم عبد الواحد صاحب قوم لبتی پیشہ تعلیم عمر بیس سال پیدائشی احمدی ساکن جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱ ماہ تبلیغ ۱۳۱۹ھش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اس وقت میری کوئی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے کیونکہ بفضلہ تعالےٰ میرے والدین زندہ موجود ہیں میرا گزارہ مبلغ منا روپے ماہوار جیب خرچ پر ہے جو کہ والد صاحب کی طرف سے مجھے ملتا ہے بس اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں جو کہ انشاء اللہ ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ نیز بوقت وفات اگر اس کے علاوہ میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو، تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ کمی بیشی کی صورت میں اطلاع دی جائیگی۔ العبد:۔ محمد عبد الصمد متعلم جامعہ احمدیہ درجہ ثانیہ۔ قادیان۔ گواہ شد:۔ غلام حیدر بی۔ اے مدرس مدرسہ احمدیہ۔ گواہ شد:۔ (صاحبزادہ) مرزا ناصر احمد۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابیں

Digitized by Khilafat Library

پچیس روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابیں جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر قریباً چھ ہزار صفحوں کی ہیں صرف پچیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں۔ پہلے یہ کتابیں تیس روپے میں فروخت ہوتی تھیں، مگر اب پہلے سٹاک میں سے بعض ختم ہو گئی ہیں، اس لئے قیمت پچیس روپے کر دی گئی ہے۔ بعض کتابوں کے نام یہ ہیں۔

براہین احمدیہ حصہ اوّل و دوم و سوم و پنجم
سرمہ چشم آریہ۔ ازالہ اوہام مکمل
آئینہ کمالات اسلام
شہادت القرآن۔ نور القرآن
انجام آتھم
ایام الصلح۔
مسیح ہندوستان میں۔

تریاق القلوب
تحفہ گولڑویہ
اربعین ہر چہار حصہ
نسیم دعوت
تذکرۃ الشہادتین
نزول المسیح
تجلّۃ النّور

سب کتابیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ دو روپے ارسال فرمائیں۔

مینیجر رسالہ ریویو۔ اردو۔ قادیان

مُفرّح یاقوتی

Digitized by Khilafat Library

یہ مرد و عورت کے لئے تریاقی نہایت تفریح بخش دل کو ہر وقت خوش رکھنے والی، دماغی، قلبی اور عصبی کمزوری کے لئے ایک لاثانی دوا ہے۔ اس سے اولاد کی کثرت ہوتی ہے۔ زندگی کی رُوح اور جوانی کی جان ہے۔ آج ہی استعمال کر کے لطف زندگی اٹھائیے، عورتوں اور مردوں کے پوشیدہ امراض کے لئے اکسیر چیز ہے۔ حمل میں استعمال کرنے سے بچّہ نہایت تندرست اور ذہین پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالٰے کے فضل سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کی پانچ روپے قیمت سُنکر نہ گھبرائیے۔ نہایت ہی مقوّی اور نہایت عجیب الاثر تریاقی مفرح اجزا مثلاً سونا، عنبر، موتی، کستُوری، جدوار اصل یاقوت مرجان، کہربا زعفران، ابریشم مقرض کی کیمیاوی ترکیب انگور سیب وغیرہ میوہ جات کا رس مفرّح ادویات کی رُوح نکال کر بنایا جاتا ہے۔ تمام مشہور حکیموں اور اور ڈاکٹروں کی مصدّقہ دوائی ہے۔ علاوہ اس کے ہندوستان کے رؤسا امراء و معززین حضرات کے کے بیشمار سرٹیفکیٹ مفرح یاقوتی کی تعریف و توصیف کے موجود ہیں چالیس سال سے زیادہ مشہور اور ہر اہل و عیال والے گھر میں رکھنے والی چیز ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ اور تمام اکابرین ملّتِ احمدیہ اسکے عجیب الفوائد اثرات کا اعتراف کرتے ہیں۔ اسکے اندر کوئی زہریلی اور منشّی دوا شامل نہیں ہے دنیا بھر ہیں وہ انسان مفرح یاقوتی استعمال کرتے ہیں جو کمزوری وغیرہ پر فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جن کو جوانی میں خاص زندگی سے لطف اندوز ہونے کی آرزو ہے مفرح یاقوتی بہت جلد اور یقینی طور پر پٹھوں اور اعصاب کو قوت دیتی ہے۔ عورت اور مرد اپنی طاقت اور جوانی کو اس کے ذریعہ سے قائم رکھ سکتے ہیں۔ تمام مفرحات مقوّیات اور تریاقات کی سرتاج ہے، پانچ تولہ کی ایک ڈبیہ صرف پانچروپے ہیں۔ ایک ماہ کی خوراک۔

دواخانہ مرہم عیسےٰ حکیم محمد حسین بیرون دہلی دروازہ لاہور سے طلب کریں

ویدوں میں احمدؐ اور قادیانؑ

ایک دلچسپ مناظرہ

مولانا ناصرالدین عبداللہ صاحب مولوی فاضل، کاویہ تیرتھ، وید بھوشن، پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان سات سال تک بنارس میں سنسکرت اور وید پڑھکر آئے ہیں۔ آپ نے اتھروید سے ایک پیشگوئی نکالی ہے جس میں ایک رشی احمد نام کی آمد کا ذکر ہے۔ اس رشی کا مقام قدون یعنی قادیان بتایا گیا ہے۔ چند روز ہوئے پنڈت ترلوک چند صاحب شاستری آریہ سماجی نے مولوی صاحب موصوف سے اس پیشگوئی پر تحریری مناظرہ کیا، جس کے پرچے ایک بڑے مجمع میں سنائے گئے۔ اب یہ پرچے افادہ عام کے لئے ایک رسالہ کی شکل میں شائع کئے گئے ہیں۔ یہ بحث علمی اعتبار سے بہت دلچسپ ہے۔

Digitized by Khilafat Library

رسالہ کے شروع میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب فاضل کا جو اس مناظرہ کے صدر تھے، دیباچہ ہے جس میں اس بحث پر تبصرہ ہے۔ ایک رسالہ کی قیمت ۲ دو آنے۔ پچیس کی تین روپے، پچاس کی پانچ روپے اور سو کی نو روپے ہے۔ ہندو اصحاب میں تقسیم کرنے کے لئے آج ہی خط لکھکر طلب فرمائیں۔ بہت تھوڑی تعداد میں چھاپا گیا ہے۔

مکتبہ احمدیہ قادیان

حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کی تازہ تصنیف

(یعنی)

کتاب سیرۃ المہدی حصہ سوم جس کی مدت سے انتظار تھی شائع ہوگئی ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور حضور کی زندگی کے واقعات معتبر راویوں کی زبان سے بیان کئے گئے ہیں۔ بعض نہایت پیچیدہ مسائل کا عمدگی سے حل کیا گیا ہے، ہر احمدی کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عملی نمونہ سے جو اس میں بیان کیا گیا ہے، ایمان تازہ ہوتا ہے، غیراز جماعت اصحاب کو دینے کے لئے نہایت اچھا تبلیغی تحفہ ہے، یہ کتاب رسالہ ریویو کے سائز پر ۳۱۲ صفحوں کی ہے۔ کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی اعلیٰ۔ قیمت باوجود گرانی کے فی نسخہ مجلّد کی صرف ایک روپیہ ؎

Digitized by Khilafat Library

پیشوایانِ مذاہب نمبر

رسالہ ریویو اُردو کے پیشوایانِ مذاہب نمبر کے کچھ نسخے برائے فروخت موجود ہیں۔ اسمیں مہاتما بدھ، کنفیوشس، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسٰیؑ، حضرت کرشنؑ اور حضرت بابا نانکؒ کی زندگیوں اور تعلیمات پر نہایت محققانہ روشنی ڈالی گئی ہے، اس رسالہ کو تمام حلقوں میں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ پانچ آنے کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیں۔

خلافت جوبلی نمبر

رسالہ ریویو اُردو کے خلافت جوبلی نمبر میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی زندگی اور آپ کے پچیس سالہ عہدِ خلافت میں جماعت احمدیہ کی ترقی پر نہایت عالمانہ اور تحقیقی مضامین ہیں۔

چار آنے کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

تفسیر سروری

(یعنی)

جماعت احمدیہ کے مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی وہ تفسیر القرآن جو رسالہ ریویو اُردو میں چھپتی رہی ہے، اس کی چند گنتی کی جلدیں برائے فروخت دفتر میں موجود ہیں۔ یہ تفسیر شروع سے آٹھویں پارے تک کی ہے۔ مگر درحقیقت اسمیں سارے قرآنِ مجید کے مشکل مقامات حل کئے گئے ہیں۔ یہ نہایت عام فہم تفسیر ہے۔ اس کے پڑھنے سے حسب استعداد تفسیر القرآن کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رسالہ ریویو کے سائز اس کے کل دو ہزار صفحے ہیں۔ پہلے اس کی قیمت پندرہ روپے تھی۔ مگر اب بعض فوری ضروریات کی وجہ سے اس کی رعایتی قیمت صرف چھ روپے رکھی گئی ہے۔ آج ہی بذریعہ منی آرڈر بنام مینیجر رسالہ ریویو (اُردو) ارسال فرما کر اپنے لئے ایک جلد محفوظ کرالیں۔ بعد میں یہ بیش بہا خزانہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکے گا۔

ملنے کا پتہ

Digitized by Khilafat Library

مینیجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں ملک عبدالرحمن صاحب قادیانی ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر دفتر ریویو قادیان سے شائع کیا)